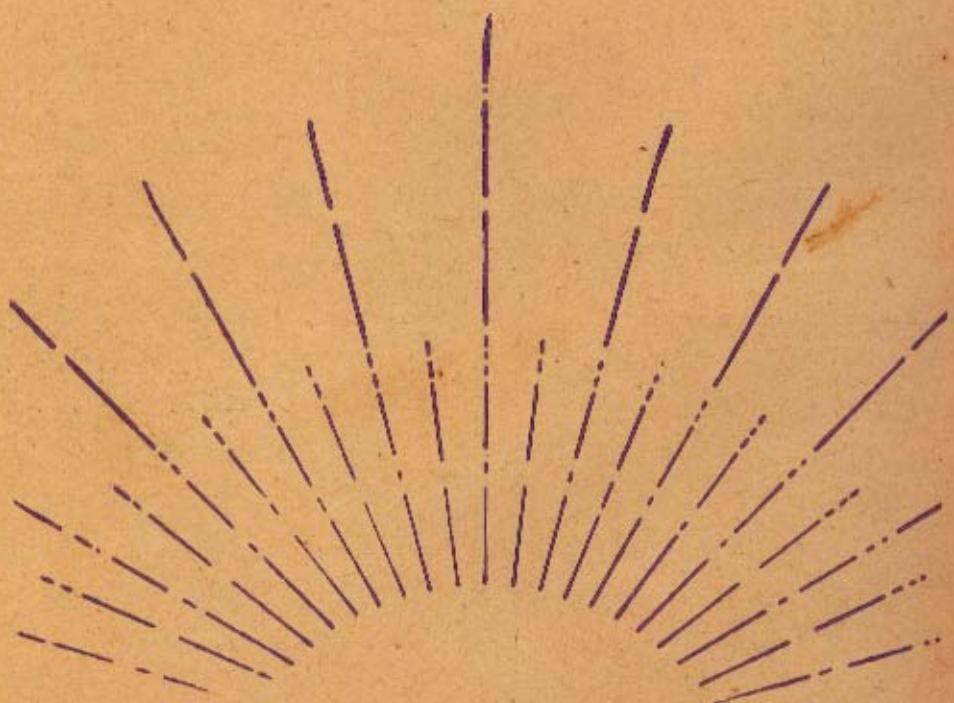


محلی بزرگ دیوبند ماهنامه



62 N.P.

ایڈٹر: عاصم عثمانی (فاضل دیوبند)

کیوزم کے خدوخال نمایاں کرنے والی کتابیں

مقدمہ اور درجہ ترتیب۔ قاتل کے اس شعر کی تین جائیں تیر کس قسم کے انقلاب کی ضرورت ہے۔ ایک عالم زد بھث سے لفظ ہے جو جزوں کی حکایت فوجیان

قیمت ۲۵ روپے۔

اقتصادی سامراج

سامراج وغیرہ اس دو کامراج ہے جوکن سامراج
جویں عکس بیس بل کر ساختہ آ رہے۔ اس کی تاریخ ترقی
حکمل ہے اقتصادی سامراج۔ پر سامراج اپنے پاؤں کی
طرح پھیلاتا ہے۔ اس کا بیٹھنے پڑیے قیمت ۱۰ روپے۔
سوڑا۔

اقتصادی تعاون

ایک اور طائفہ کتابوں کو فرض ہے کہ دو گروہ اس
پس اندھے گلوں کی دو گروہ یک دوسرے پس اندھے گلوں کی کاروائی
اور خود خارجی کو تھانہ پہنچانے پر یقین ہے، ایک انتہائی
معلومات افزون بھث۔ قیمت ۲۵ روپے۔

موجودہ سماج میں طبقاتی نظام

طبقاتی نظام اور اس سچھیدا ہونے والی ایک کتاب
کے غلطان فلسفی اور جیاتیہ اس ایک بحث سے جہاد کریں
پس۔ اس کا بیٹھنے طبقاتی نظام کی رشتہ سے نہیں
علمی اندازہ بھٹکت کی گئی ہے۔ قیمت ۱۰ روپے۔

غیر جانبداری بطور ایک سیاسی نظریہ
غیر جانبداری کے سلسلہ پر ایک علمی و اسلامی
بحث۔ کیا عالمی سیاست کے موجودہ درود کوئی ناک
وائم ٹھہر جانبدارہ رہ سکتا ہے، ایک انتہائی
ضمید اور تیال افزون بھث۔ قیمت ۲۵ روپے۔

- ہرگز اپس سعید چکنے کا عناء پر
شانٹ ہو رہے۔
- خوب صورت ناٹھل
- ہرگز بچھے ہندوی ہیں بھی اسی قیمت
پر دستیاب ہو سکتا ہے۔

کیوزم اور کسان

زرعی سائل پر ایک انتہائی نظر سے سچی بجا رہے
کساوں کے تحفیں کی فتوحوں کے حقیقی احوالے کیا ہیں؟
کیوزم جائیگاروں کا دشمن ہے یا خود کوں کا؟ اور
ہندوستان کی زمینیں کامیک راست کوں ساہے؟ ان
 تمام ایم سائل کا سیر ہائل تھرہ۔ مصنف رام سروپ
یحث درود پے۔ ۵ روپے۔

ازادی کی دلی وسیعیں

آزادی کے تصور سے یک خوش تصور بخوبی کے

یہ جتنا کچی مرحلہ طی کیے ہیں اور ان میں جو کل رنگ
کیں ہیں اسیں ہوئیں۔ ان سب کا حلولات افزونیان۔
ترجمہ جو بالی ہے۔ ۳۰ صفحات۔ قیمت ۵ روپے۔

کیوزم کی پہلی کتاب

دوسرا ایل اور ان کے جواب کیوزم کے سچق
جو سوال علم طور پر پچھے جاتے ہیں، اس کتاب میں ان کے
خوبی اور داشت جواب عام فہم اندازیں دیے گئیں
ترجمہ جیسیں عابدی، ۹۰ صفحات۔ قیمت ایک روپیہ۔

سووٹ روپ کی حقیقت

سووٹ روپ یاد میں نہ لے کی ایک خوبی حقیقت
پر یہکن اپنے چینی میں لوگ عموماً اخلاق پر پہنچنے کا شدید کردہ
دھوکا کیا جاتے ہیں۔ اس کتاب پریپر ڈیکشن سے بد
کرچل خانہ کو ساختے لایا گیا ہے۔ کتاب دو حصوں میں
چھپی ہے۔ گوئی قیمت درود پے۔

تجھدید جنوب

اوو کے شروعی ادب میں تاریخی اضافہ۔ روپ اور
مشرقی روپ کے امیر شاعروں کی ٹھہر جیگر نعمتوں کا

اس پیتے سے منگا یہ: مکتبہ تجلی۔ دیو بند ضلع سہاران پور (بیو۔ پان۔ ۱)

اچھی کتابیں

باندی ہنگار رکھتے ہی دینی و علمی حیثیت، کتاب کے مصنف کا ایک خط
اور مولانا ابوالکلام آزاد کا جواب بھی شامل ہے تو قصہ دیس ۱۵۰
الفرقان شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کے ایک روح نواز رسائل
کا اردو ترجمہ جس میں راست و بنگی کی علامات لور
و دلیت کی حقیقت پر لا جواب گھنکلوں بھی ہے۔

بحدمن حسین کو چار روپے ۲/-
فارابی اعلم شافعی حکم ابوالشفارانی کے علم مفضل ان کی سوچ
کمالات، تجدید فلسقہ سلطقہ کے مفصل، ملک حلات
قیمت پونے دو روپے

غذۃ الطائبین شاہ عبدالقدار جیلانیؒ کے شعروآفان
معاذین عالیہ عربی ادب کا سلسلہ
ترجمہ ساختہ ساختہ، لا جواب تخفیف خلاہ میں، قیمت کمل ۱۰ روپے
مسلم شرف اردو مع عربی مسند کتاب مسلم شرفیت
کا عجی اردو ترجمہ بھی بلکہ اس کی جو شرح اشرح تدوینی کے نام سے
شہود ہے اور کام مدارس میں چل رہی ہے اس کا بھی ترجمہ ساختہ
ہی شامل ہے، ثافت پیر ترقیت، ترجمہ کے ساختہ اصل متن بھی.
مکمل چھ جملوں میں۔ پڑیہ اتنا نہیں دو ۲/-

این ما جہہ اردو کامل حدیث کی وظیفہ کتابیں محتاج ستد
ایک ایں ما جہہ بھی ہے اسکا عام فہم اردو ترجمہ عرف بارہ روپے میں
حیات امام احمد ابن حنبل مولف

مکتبہ - تجلی - دیوبند یونیورسٹی

از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی
تفسیر سورہ نور

سرت و اخلاص کو ستوارے تے دیں
آسمانی بدلیات پر مشتمل سورہ نور کی بہترین تفسیر بیانیہ نفس
درستہ اور محققانہ۔ ۲/-

قیمت مجلد چار روپے ۲/-
شنس نویکے مطبوعہ اور
کیا ہم مسلمان ہیں؟ غیر مطبوعہ شیاروں کا مجموعہ
سوز و گرازہ للہیت اخلاص، در اور دلکشی کا تجھیہ۔

قیمت مجلد سواد دو روپے ۲۵/-

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرمادات کی روشنی
روبدعت میں بعض ایسی بدعات کا رد جو عوام ہی میں نہیں
خواص میں بھی مقبول و مردی پڑتی ہیں قیمت سورہ دیس ۱/۲۵

تحقیق مزید محمد احمد عباسی کا نقش جو بہت ساتار سخی
کریں، مواد آپ کے غور و کرنکیلے پیش کرتا ہے صحابہؐ کے سلسلہ میں کسی
نہیں اطمینان بخش تجھے تک سمجھنے سکتے یہ کتاب نکری بیان دیں، مہیا کر لی ہے
قیمت مجلد اٹھ روپے ۶/-

انظہرہ بدعت کیا ہے؟ بدعتوں کے رد اور منتوں کے اثاثات
بائبلی قوالي، تجویح، تہلیم، الابلاس سب کیلئے جملجہ، مجلد تین روپے ۳/-

فاران کا توحید نمبر سیکڑوں صفحات کا یہ نیز رہنمی تریب
میں بڑی شہرت پاچکلے ہے اب پھر

شائع کیا گیا ہے بدعت و زندقة کے رد اور سنت کے اثاثات میں بینظیر
چیز ہے چول کھلا، کے حصائیں سے مزمن۔ ساڑھے چار روپے
مجلد سارے میں پارچے روپے۔ شاہنہن نوراً طلب کریں۔ وہ نہ پھر پہلے
کی طرح ختم ہو جائیگا اور فرانشیں جو کار کر لی پڑیں گی۔

باندیوں کا مسئلہ (الذر العین) اچھا میں باختیان
جوئی خود توں کو

زیرۂ المذاکع مکمل و مدلائل از عالم سیانی مولانا رشید احمد حنفی

اضافات مغایرہ و کثیر۔ جس میں جلد مسائل بحث کو اور دیوان میں نہایت تفصیل سے مع حوالجات کتب ترتیب دیا گیا ہے اور بلا خوف زیرۂ کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ دردین اس سے زیادہ مستند کتاب مسائل بحث پر موجود نہیں ہے۔ محمد سعید کا غذ۔ ثیمت محدث آئندہ روپے

بلاغ المیین (اردو) اعلیٰ شاہ ولی اللہ الدبلو

تیکت چار روپے

شک و بدعت کے زد میں مشیر یہ نیام بھجن جاتی ہے

رحمۃ اللہ علیہ میں احضر صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر بہت کی شہزادگانی کتاب رحمۃ العالمین آج یعنی اپنی مثال آپ ہی ہے اس کا طرز بیان، اس کی تفصیل اس کی جامیت پر چیز معلوم اور دجدانگیز ہے دل میں اُتر جانیوالا سلوب۔ پڑھتے اور بار بار پڑھتے تین حصوں میں مکمل۔ ثیمت میں روپے (محلہ ۵۲۷ روپے)

موضوعات کسر اردو و مع عربی

مشہور عقیقی عالم ملا علی قادری کی شخصت مخلص تعارف نہیں۔ اکثر من گھرتوں اور غیر عصری احادیث پر مشتمل تکمیل شہزادگانی کتاب معرفات کبیر اردو و ترجمہ سے مرن ہو کر آئی ہے اس گرانقدر کتاب کی مطالعہ سے آپکی تعلوم ہو گا کہ کتنی تیاری دو ایں میں بھی یہ حدیث کے نام سے مشہور ہو کر تبoul عام حاصل کر گئی ہے حقیقت محدود ہے کہ لائق نہیں ہیں۔ محدث آئندہ روپے ۔۔۔

تقریر کئے جس میں تقریر کرنے کا سطح یقین اور ڈھنگ بنانا

کے ساتھ ساقیہ مصنف نے ہر موسم پر جو

تقریریں بھی پیش کی ہیں بد عات و خاتمات کیلئے تو مصنف کا علم نے لشکر کام کیا ہے غیر مجدد پڑھو پسہ محلہ روپے درد روپے

مسنونہ - سخی - دیوبند

نسائی شریف اردو و مع عربی حدیث کی وجہ معيار کا متناولوں میں۔ حنفی

اصطلاح صحاح سنت کہا جاتا ہے نسائی بھی شامل ہے اس کا اردو و ترجمہ عربی متن ملاحظہ رہا ہے تین جلد میں مکمل مجلہ ہدایت۔ قیمت روپے

القاموس الجردید اردو سیفیت والے شالقین کیلئے

تجھنا درہ۔ آپ اردو کے کسی بھی لفظ کا عربی مراد فاسی کر پا سکتے ہیں۔ سنتے زمانہ کی اصطلاحات اور مذاہوں وغیرہ کے بھی عربی تراجم میں گے جو رالی لعنوں میں نایاب ہیں۔

تیکت م محلہ سات روپے

مدکا تریپ زندگی اجل سے مولانا نو دودھی مولانا

اصلاحی اور بیان طبعیں جو کہ خطوط

تیکت درد روپے

سدست شیر الاسم نفس کتاب اس کے مطاعم سے

عام تاریخ کو حدیث کی اقسام اور مراتب درجات وغیرہ کے بارے میں بڑی مفید معلومات حاصل ہوں گے۔ قیمت محلہ چار روپے

حیات مام این القیم اصفهانہ عبد العظیم

عبدالام شرف الدین استاد جامع الفاہرہ۔ مترجمہ: حافظ سید رشید احمد آرشد

ایم۔ اے۔ آٹھویں صدی کے مشہور عالم این تیکیہ کے شاگرد رشید اور رفیق حافظ این القیم الجزری کی سوانح عمری اور رفقہ مخلفہ اور تصرف پر ان کے بیش بہا اندکار کا جو شودہ گران قدر کتاب جسکی

تفصیل پر جامعۃ الفاہرہ مصریہ مصنف کو اسلامیات کی اعلیٰ ترین سند عطا کی۔ قیمت بارہ روپے

عہد لارڈ ماونٹ بیٹن مصنف: سیم جانس مترجمہ: پوس اختر ایم اے

تفصیل ہند کی سند داستان۔ ماضی تریپ کی تاریخ کا ہم ترین باب

الیہ حقائق کی دستاویز جن پر سیاست گری کے پہنچ پڑے ہو۔ پہنچ

و پچپ اور عبرت انگریز۔ قیمت محلہ بارہ روپے۔

ہر انگریزی چینے کے پہلے ہفتے شاہی شمع ہوتا ہے
سالانہ قیمت سارے پے۔ فی پر چہ باسطھ پیسے
غیر مالک سے سالانہ قیمت، اشنگ تسلیم پوشل آرڈر
پوشل آرڈر پر کچھ نکھنے بالکل سادہ نکھنے

دیوبند شمارہ نمبر ۵
جلد نمبر ۱۶

شمسی
ماہنامہ

فہرست مضمومین

مطابق ماہ جون ۱۹۷۳ء

۶	اعاز سخن
	عامر عثمانی
۱۱	تجھی کی ڈاک
	عامر عثمانی
۵۷	ایک مراسلہ
	حافظ امام الدین
۵۹	مسجد سے منجانے تک
	ٹلا ابن العرب مکی
	وہی تجھی کی کتابیں

اشد ضروری

اگر اس دائرے میں سفر
نہان ہے تو سمجھ لیجئے کہ اس پر چہ پر آپ کی خریداری
ختم ہے۔ یا تو منی آرڈر سے سالانہ قیمت سمجھیں یا وہی پی
کی اجازت دیں۔ آئندہ خریداری جاری نہ رکھنی ہو
تب بھی اطلاع دیں۔ خاموشی کی صورت میں لگا پر چہ
وہی پی سے سمجھا جائے گا جسے وصول کرنا آپ کا احتیاطی
منرض ہو گا وہی پی سات پرے ستریے کا ہو گا۔
منی آرڈر سمجھ کر آپ وہی بی خرچ سے بچ جائیں گے۔

پاکستانی حضرات

ہمارے پاکستانی پتہ پر چندہ بھی جگہ رسیدمنی آرڈر اور اپنا
نام اور مکمل پتہ ہمیں سمجھ دیں سال جاری ہو جائیگا۔

پاکستان کا پتہ: مکتبہہ عثمانیہ ۱۲۸۰ میڈیا بازار

دفتر تجھی۔ دیوبند ضلع سہارنپور (بیرونی)
سیر الہی بخش کالونی۔ کراچی (پاکستان)

مدیر
عامر عثمانی

رسیل نر اور خط و کتابت کا کام

دفتر تجھی۔ دیوبند ضلع سہارنپور (بیرونی)

عامر عثمانی پر طبیعتی نیشنل پر ٹلک پریس یونیورسٹی
اس پر چہ پر منخوا آرڈر سمجھ کر وہ رسید ہمیں سمجھ دیں جو
منی آرڈر کرتے وقت ڈاک گانہ سے ملتی ہے۔ منی یعنی

فاضل دیوبند
فاضل دیوبند
سے چھپا کر پنے دفتر تجھی دیوبند سے شائع ہیں

اعازیز حج

لے کام میں بھی مختلف مسلم جماعتیں کے رہنماؤں میں اشتراک پور سکتا۔ حالانکہ یہ سیاسی کام نہ تھا۔ ایسے خدا پرست، مستقبل اور وفا کاروں حضرات جس قوم کے لیے دراہِ امام ہوں وہ ذات وہلاکت کی جس طرح پر مجھی پہنچ جائے کم ہی ہے۔

ارادہ تھا کہ مصانعِ الاسلام کے سلسلے میں بین الاقوامی تعاون بنتے دلائے حضرات کے ناموں کی فہرست تجھی میں شائع کی جائے لیکن جب فہرست مرتب ہو کر سامنے آئی تو اس ارادے کو فتح کر دیا ہی مذاقینگ لوم ہوا۔ مناسب یوں معلوم ہوا کہ اس میں پھر ایسے حضرات بھی شامل تھے جو بطور ملازمت کمی سرکاری یا یام سرکاری ادارے سے والبتر میں سرکاری شیم سرکاری اداروں کی ذمہ دالت کے نہیں معلوم۔ وہاں تو وہ شخص بھی محروم ہی ہے جس کا تعلق جماعتِ اسلامی سے نہ تابت موجاتے۔ لہذا ان اشخاص کو پسندیدہ کیسے قرار دیا جاسکے گا جو کسی اسلام دشمن اور کفر فروزان کا نہ ہوں اسکے بلطفے کی جا رہت کریں۔ بس اسی لئے ارادہ فتح کر دیا۔ نہایت خوشی کی بات ہے کہ حکومتی دو ائمہ میں بھی ایسے نیک نفس اور با خیر مسلمان ابھی تک بطور باقیات الصالحات موجود ہیں جو حکومت کی معروف پالیسی کے خلاف اسلام کے دفاع میں کوئی حصہ لینے کی جگہ اٹک سکتے ہیں ورنہ حکومت کا حال اپر کاں نہیں جیسا تھا کہ درکان نہ کرفت نہ کشد۔ اخباروں میں منتظم مسلمانوں کے لئے چندہ دینے والوں کی فہرست شائع ہوتی رہتی ہیں۔ نہ ان خور دینیں لگا کر طریقہ میں کوئی کمی

"مصانعِ الاسلام" کے سلسلے میں بین الاقوامی تعاون ہماری ایسیل پر حافظاً میں ادین صاحب کو ملا اس سے ہائے اس قیمت میں اضافہ ہو ہے کہ ہم اسے ان بھائیوں ہی تھیں "عوام" کہا جائے ہے دینی حریت و غیرت کا جذبہ سجدۃ الرحمۃ تک رسائیں ہے۔ یہ بظاہر نام کے مسلمان، یہ بداعمالیوں کے اسی پر تھے۔ پھوٹے بدحال خدا پرست، یہ طرح طرح کی واہی رسوم اور لایعنی مشاغل کے رسیا۔ انھیں وعظہ تبلیغ کی مندرجے تھے کہ کتنا ہی بر ایجاد کہہ لو، انھیں تنبیہ کے طور پر جلوے کیا جائیں ہے جس پر عمل چاہیں اور خطاب اور فراہمے لوگوں کی رویں آج بھی خدا اور رسول ہی کی چوکھڑ پر سجدہ نہیں اور ان کے اذہان و قلب کے لطیف شریان آج بھی رین ہی کی پاکیزہ روح سے ہڑتے ہیں۔ ان کے خاکسترسیں چھکاریاں بھی نہیں، ان کے لاشور میں اسلام مراہنیں۔ یہ دل دوامی کی گمراہی میں ابھی تک ایمان ہی کو ایک مقام عزیز کی طرح چھپ لئے ہیں۔

بنیادی حقیقت یہ ہے کہ اصلی بیکاڑا عوام میں نہیں خواہ میں آیا ہے۔ مقداری نہیں امام گلڑی ہے ہیں۔ جن عظام حضرات کو بجا طور پر حالم، رینا، شیخ، استاد، معلم، مرشد اور خطیب و واعظ کہا جائے ہو ہی انہیں اس امر کا درجہ ہو جاتے تو اہمیت مسلمان کی شکل و صورت اتنی مکروہ اور سخ نظر نہ آتی۔ خال خال اب بھی ابیں جن اصرار باپ صفا موجو ضرور ہیں مگر خال خال سیکھا ہوتا ہے۔ نفساً ثابت، مختیت اور پر گلندگی کی حد پر گئی کہ کلکتہ اور بہار والیہ کے مظلوم میں کوئی دینی

”کھرے کھوئے“ کا عنوان بھی اپنی روایتی شان کے ساتھ نظر افزودہ ترا رہے ہے۔ یہ خواہش جو انہیں سالہ سال تک جس عنوان کو بھایا جاتا رہا ہے وہ آخر اب کیوں تنقاض کی نہ رہے۔

لیکن ہم ہیر انہیں کریں تو گیا کریں معمولات کچھ ایسے زیر وزیر پہنچے ہیں کہ کچھ عرصے سے تبصرہ طلب کتابوں کے مطالعے کا وقت ہی نہیں تکل پاتا۔ پہلے یہ تکل آنا تھا مگر اب شاید ہے اس کی لگانہ کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوقات کی خیر و برکت کم کر دی ہے۔ خیر و برکت کم ہو جائے کے سوا اور کوئی کھوس و حواس کی نظر نہیں آتی کہ مطالعے کا وقت آخر کیوں نہیں تکل پاتا۔ معمولات کا زیر وزیر ہونا بھائی خود کوئی وجہ نہیں ہے۔ اسے تعلیمات یا غیرہ کہیے جائے اور رات آج بھی دیہی چیز میں گھستے کے ہیں۔ کاموں کی فرست بھی دیہی ہے جو پہلے تھی۔ عزم اور محبت پر بھی خران نہیں لیتی۔ اس کے باوجود اگر کھرے کھوئے کا عنوان نہیں رہا ہے تو آخر توجیہہ اسکے سوا ایسا کی حاشیے کہ باری تعالیٰ کی طرف سے توفیق اور خیر و برکت کا فیضان کچھ کم ہو گیلے ہے۔ ہم خستہ میں ہیں کہ اپنے اس قصور کی تعصی کر سکیں جس کی پہنچاہے۔ پھر اس کے لئے مسلسل استغفار کروں۔ ابھی کامیابی نصیب نہیں ہوئی ہے۔ جن حضرات نے تبصرے کی تباہیں بھیج رکھی ہیں وہ ہمیں غالباً کی بجائے معذور و رویے ہیں تصور فرمائیں تو ان کا کام پہنچا اور جو لوگ مزید کتب بھیجھے کا ارادہ رکھتے ہیں وہ پھر دن بھر انہوں سے کامیں لیں تو ان کا بھی احسان ہی ہو گا۔ ہم اپنے سے نایوس نہیں ہیں اسی لئے باوجوہ پریشانی اور تجھیکر کی یا اعلان نہیں کر سکتے کہ آئندہ تبصرے نہیں ہیں گے۔ یا اس ہم کو جی چھوڑ دیا خدا کی رحمت سے بدگمان ہونے کی مراد فی ہے ہم بھل اس دم و کیم افلاس سے بدگمان ہونے کی جمارت کیسے کر سکتے ہیں جس کے انعام و احسان کی کوئی حد بھی نہیں۔ یعنی کاموں اور ان ترجیح بن جائے تب بھی اس کیم بے پیار کا حق شکر آخربوں کے ادا ہو سکتا ہے کہ ایک ناکارہ، بے حیثیت اور تحریر میں مشیت خاک نو اس نے قتل دیا۔

گھری نشین کا نام بھی ملتا ہے ہم جاتے تو ہمیں ضرور مطلع کیجئے گا۔

ہمارا اٹلیس وغرو میں اہمیت وطن نہ مسلمان نامی اقلیت کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کے بعد ہماری ہمت اپنی کو مصائبِ الاسلام کے سلسلے کی اپنی پھر سے دھرا سکیں۔ یہ ہر حال ہیں۔ یہ ہے کہ اسلام دشمن لطیح چرخ کے رود العطاں کا کام نہایت ضروری اور غیادی کام ہے جس کی اہمیت کسی حال میں تم ہمیں پڑھ سکتی ہیں بلکہ ہنگامی طور پر اس وقت رب ہے جو اس صدقہ اور رب سے بڑھ کر کار خیر ان مظلوموں کا قن ڈھکنا اور پیر پھرنا ہے جنہیں اس قصور میں بردا دکا گا کہ وہ مسلمان نہ ہے حافظ ام الدین صاحب تک جو احادیث تک پہنچ چکی ہے وہ اسی سے کام کی اسم اللہ کر دیں۔ اگر مستقبل قریب میں پھر کسی جگہ کلکتہ، رٹ کیسا اور رائے کے گلہ وغیرہ کا خوبیں ڈرامہ نزد ہمرا یا گیا تو انشا۔ اللہ کام کی تکمیل بھی درد من ہماں ہوں گی مزید احانت سے ہو ہی جائے گی۔ حالات جیسے کچھ بھی ہوں ہمیں بہتر نوع اپنی وسعت اور طاقت کی تلاسی سے کام کرنا ہے۔ السعی و مفتی و اکھنام من اللہ۔

یہ شمارہ اعلان کے مطابق ڈاکخبری ہے لیکن کیا جمع شدہ ڈاک کے انبار میں کوئی کمی واقع ہوئی ہے۔ بالکل نہیں۔ بیاضی کے قائلے سے تو خود رکی ہوئی ہو گی، بلکہ مطلوب و عرض تو پہلے ہی جیسا نظر آ رہا ہے۔ قیاس یہ ہے کہ ڈاک کے بڑے حصے کو جیبور اور ڈی کرتے رہنے اہم اراداتی مقدرہ نایا گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر کیا شکایت اور کیا احتکایت ہم ہمرا ہر کو شکش کرتے رہیں گے کہ زیادہ سے زیادہ صحفیات ڈاک کی نہ کرتے رہیں۔ یہ کو شکش قارئین کی فالی ثابت کے لئے تو پیام صرف ہی ہو رکی کوئی نکشی کی ڈاک کی افادت اور اہمیت سے وہ تحقیق ہیں لیکن کچھ لوگوں کیلئے نایوس کی بھی ہوگی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کتابوں کے تصور دیں کوئی غیر معمولی اہمیت نہیں اور ان کی خواہش ہے کہ ہر ہمیہ

ذنوں ان جا رہانے قوم پرستی کے فلم بڑا دل میں
کو گز نہار کرتی ہے جو مسلمانوں کے خلاف کافر ہے جسی
میں آئے دن اشتعال امیزی کرتے رہتے ہیں جسی
اور ان اخبارات سے باز پرس کرتی ہے جو
اوپس پھیلا کر عوام کو سل کشی پر آمادہ کرتے ہیں
حکومت کو اقتدار ہے جتنا چاہئے مگر وہ تو کوئی
یہ شذرہ تختیر ہونے کے باوجود بے پایا ہے۔

احجاج اور نسرا دکی آوازیں اول اول بہت بلند ہوا
کرتی ہیں لیکن جب نظم و جفا کا پانی سرستہ گزر جلتے اور
زخم ناسوں جائیں تو پھیپھڑوں کی ساری قوت بیں
آہوں اور کراہوں میں تخلیل ہو کر رہ جاتی ہے۔ کوئی آخر
کہہ بھی تو کیا کہے اور تجھے بھی تو کس دمید پر صحیح۔ جن کے
باختیں طاقت ہے وہ عدل اور اخلاق کی بالکل نی قدریں
تشکیل شیخیں لگے ہوئے ہیں۔ نظم، الفاظ، مترافت،
انسانیت ہر لفظ کئتے معنی وضع کئے جائیں ہیں۔ نیاں
سیاست اور گھناؤنی عصیت تے ہر شے کو اپنے اٹھے
میں لے لیا ہے۔ ایسے تاریک ماحول اور طوفانی شخصیات
کوں کسی کی منتاب ہے۔

مگر غلام سرو جا حب گھبراہیں نہیں۔ طرق سلاسل
تو خردوں کا زیور ہیں۔ حق و صداقت کی خاطر پا خدمت انسانوں
تے پھانسی کے پھندے کو بھی پھولوں کا ہار بھج کر زیب کلو
کیا ہے۔ اقتدار چاہے ہنا وہ یا مسلمان "عیسائی" ہو
یا میوسٹ، جب اس کے قلب و ذہن کا رشتہ عدل
اخلاق کی قدروں سے کٹ گیا تو پھر اس سے کسی خیر کی
واقع نہیں کی جاسکتی۔ اقتدار کا نشر بھری بلے ہے۔ اس کا
سایہ پڑتے ہی ہر فرعون بھول جاتا ہے کہ مجھ سے نہیں فرعون
کا انعام کیا ہوا تھا۔ خیر ہوئی کہ دنیا کے الکتے ایگا لیا
دن بھی سطے فرمائی دیا جب سائے انسانوں کو اپنے اعمال
کا حساب دینا ہو گا اور سچائیوں پر کنوب و افترا اور
پروپگنڈے کے پردے نہیں ڈالے جا سکیں گے۔ اس نے
کئے کا اطمینان نہ ہوتا تو مظلوموں کے لئے صبر کی کوئی

حق و باطل کی تجزیہ۔ سچ کہنے کی جرأت دی۔ جہاد و
منصب اور شہرت و عزت سے بے نیازی دی سطاوتوں
کے وعوب و خوف سے لاپرواہی دی۔ روزق دیا۔ ایسا روزق
جو بین کو نہیں پھیلا تاگر روح کو بالی دی اور عزم کو توانی
خطا کرتا ہے۔ سب سے بڑھ کر ایک ایسا دل دیا جو ترکیت پتا
بھی ہے، پارہ پارہ بھی ہوتا ہے مگر اپنے رب کی مرغیت
پر مطمئن ہے۔

بھیا ایسے فیاض اور بینہ نواز آفیل سے ہم کسے
تو قدر رکھیں کہ ہماری ہی کسی بد اطواری کی پادا نقش
میں خیر و برکت اور توفیق کی جرمقدار سلب کر لی گئی ہے
وہ ہمیں پھر محنت فرمائی جائے گی اور ہم نے اپنے دمے
جن فضل افضل کو لیا ہے وہ ہر سے بھٹا ادا ہوتے ہی رہنیکے

۲۲ شیخوں کے الجمیعت سے معلوم ہوا کہ ٹینے سے نکلنے
والے ماہنماہی نکم کے ایڈٹر غلام سرو صاحب ڈیفیس
آف انڈیا رولز کے محنت گرفتار کر لے گئے ہیں۔ اس پر
مدیر الجمیعت نے جو شذرہ سپرد قلم کیا ہے اسے آپ بھی پڑھ
لیجھتے ہے۔

"سو پچھے کی بات یہ ہے کہ کیا کوئی مسلمان اخبار
محبوبت زدہ اور مظلوم مسلمانوں کی ہمدردی ہیں
اپنی آواز بلن کر سکتا ہے ہر ستو یہ ہے کہ الگ مظلوم
کی آہیں ضرورت سے زیادہ گرمی پیدا ہو جائے
تو اسے بھروسہ پر مھول کیا جاسکا ہے اگر سرو
صاحب کا جرم یہ ہے کہ انہوں نے جنگ پرور
جا کر مظلوموں کی حالت زار کا خود مشاہدہ
کیا اور شہید ہونے والوں کی تعداد بتا دی
جو زیر احتلاطہ بھار کی بیان کردہ تعداد سے
کہیں زیادہ ہے تو اس ظالہی کو دفاع کے ظابر
کیا جا سکتا تھا مگر حکیمت کا حکم ہے کہ مظلوم
خواہی پذیر نہ تھا، بلکہ حکومت جو چھان کے
ٹھنڈیں دال دے دیں اگل کر رکھ دیں حکومت

کی نیکی نہیں کارہا سہا اعتماد جو انہوں نے جائے گا۔
کاشش چاری حکومت اب بھی اپنے فکر و تدبیر کی صافی تو
کو جزیات کا تابع بدل بنا کے رکھنے کے لئے جان میں اصلاح کی
کوشش فرمائے۔ ہر مرد بھی مٹے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ حکمرانی کا
یہ انداز پورے ملک اور ساری قومی کی عمومہ صلاحیتوں کو من
کا طرح جاٹ جائے۔

مکمل مسیح علیہ السلام فاؤنڈیشن

ابھی ابھی ریڈ یونیورسٹی نے یہاں تک خبر رسانی ہے کہ پڑتال
جو اہر لال نہر و دفعہ اعلیٰ ہے۔ اسلام دانانہ دین جو عن
کیسی عورت کی جائے ابھی دو تین یوں دن تک ہوئے کہ آج ہاتھ
نے کم و بیش یہ الفاظ فرمائے تھے۔
”میں ابھی حاصل ہیں رہا ہوں۔ ابھی تو کافی رہوں
رنداہ رہوں گا۔“

بھلاکوں تصور کر سکتا تھا کہ قدرت اجل اس خوش
خوبی کے میں پہلو ہی میں کھڑا اس گھر طباں گوں رہا ہو گا ہے
یہ انسان نے بے بی اور لا چاری کی عبور تک داستان جوانل سے
آج تک ایک ہی انداز میں دہراتی جا رہی ہے۔
کم سے کم بات جو پڑت اہم و کی موت پر کبھی جا سکتی
ہے وہ یہ ہے کہ آج ہندوستان کی تابعیت کا ایک خاص ”^و
نرم ہو گی۔ ایسا دوڑ جوان، کی قدر اور تحفیت کے آخوش
میں آخری بیٹھا لے رہا تھا۔ وہ یا اپنی اور حال کے
درمیان ایک حلقة تھجس سے زنجیر کا سلسہ تمام تھا۔
اب یہ حلقة لٹوت گیا۔ اب ایک نئی کہانی شروع ہو
رہی ہے۔

ہم اُن لوگوں میں سے ہیں ہیں جو ہندوستان کی
اعظیت کی محیطست کو اپنی امیدوں کا ملیجا و ماہی بھخت رہے
ہیں۔ لیکن ان لوگوں میں ضرور ہیں جنہیں ان کے بعض اوقات
سے محبت تھیں۔ اس کے باوجود یہ سیکھی چوری ہے کہ آج
ہم ان کے لئے دنائے مغفرت۔ بھی نہیں کر سکتے، ہم اپنے
رب کے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے اس بطل جیل پر اپنی

بنیادی ہر ہتھیاری خللم کرنے والے ہیں گے کہ کچھ دیا نے آج بھی
حساب آخرت کی بات کرتے ہیں مگر یہ دیا نے مطہر ہیں کہ
ظالموں کی محنت میں ہستا بہت تم اور وناہیت زیادہ ہے
مکروہوں کی فریاد غصہ کے لئے ہماری حکومت کے پاس اگر
کان ہوتے تو ہم عرض کرتے کہ خلام سرور جیسے لوگوں پر
ڈیفیش آف انڈیا ایکٹ کا استعمال کر کے تم اس قانون
کا وزن گھٹائے ہو۔ الہامات، اخلاق، نیکی کی اسی سب
کو چھٹھیں ڈالا کر ان کے معامل پر توجہ دینے کی تھیں فرست
ہی نہیں گرت اون کی عظمت اور اس کے مقصد پر تو تجھے
دنیا تھا سے اپنے ہی نقطہ نظر سے بہت ضروری اور ہم ہے۔
محمدناہیں اور جذب اپنی علوی سے بہرہ کر سوچ کی غلام سرور جیسے لوگوں
کو جیل میں ڈال دیا واقعی ڈیفیش آف انڈیا ایکٹ کے تواریخ
مقصد سے ہم آہنگ ہے؟ اگر ہے تو پھر کوئی مغلہ نہیں۔ اگر نہیں
تو پھر گلہی گھر ہے۔ وہ لوگ آزاد پھر ہے ہیں جنہوں نے
بزرگ میرا اعلان کیا کہ پاکستان والے ہندو خواتین کو عرب
مالک میں بطور کیز فروخت کر سمجھے ہیں۔ تم نے خود اعلان کیا
کہ اس خبر میں کوئی صداقت نہیں، مگر جو کہ خبر کو پڑا یعنی اور
گھر نے دلوں سے کوئی قانونی باز پرس نہیں کی گئی۔ اسی طرح
یہ شارجہ ویٹی کہا یاں تراشی جاتی ہیں اور ان کے ہمک
اثرات بھی مسلمانوں کی نقد برایادی کی صورت میں ظاہر ہوتے
رہتے ہیں مگر نہیں ستارا یا افتار پردازوں پر قانونی دار و گیر
کی کئی ہے۔ تو کیا کذب و افتراءے غرض بچ بولنا اسی حرم طے
کر دیا گیا ہے؟ غلام سرور صاحب نے ظالم مسلمانوں کے احوال
کو انقتضی میں اگر جھوٹ سے کام لیا تھا تو انہیں کی اور
قابوں کے تحت بھی عدالت میں چیخ لایا جا سکتا تھا اور طالبہ
کیا جا سکتا تھا کہ یا تو اپنے سامات کی صداقت کی ثبوت پیش
کرو دوڑ دفع بانی کی سزا بھلتو۔ اس صورت میں ہم جیسوں کو
ٹکایت و احتیاج کا مو قدمی نہ تھا کہ ہمارے نزدیک دفع بانی
لبیں مزرا کی سختی ہے۔ لیکن ڈیفیش آف انڈیا جیسے قانون کا
استعمال ناتقابل ہم ہے۔ غیر سیاسی اور صاف کردار کے لوگ
بھی اگر ایسے بھاری بھر کم قانونوں سے شکار کئے جائیں گے تو حکومت

سن کہرے اور غبار کی ایک نئی پرت کا اٹھا فیکیا ہے اور
چینی چار جیستے کے رُخ پر بھی دھویں کا رنگ پکھ زیادہ
ہی گہرا نظر آ رہا ہے۔ بہر حال انسان جھوپتے ہے کہ جو چھپے
ٹپے اسے سبھے اور زندگی کے سفر میں نئی مشعلیں جلاتا
ہوا آگے بڑھتا چاہے۔ انجام ہر حیز کا ایک ہی ہے۔

فنا - موت
الذربین باقی ہوس

رجھنیں کا سایہ ڈالنا۔ اُف یہ لاچاری!

بڑے لوگوں کی موت ہمیشہ ہی ہرگما مخفیت اور دُور
رس ہوتی ہے لیکن شیخ عبداللہ کی روایت اور مسئلہ کشیر کی
نشانہ شایعہ نے آج ہندوستانی سیاست کی فضائیں جن
نزاکتوں اور پیغمبر گیوں کو ختم دی دیا ہے ان کے عین علم خروش
میں پنڈت نہرو کا اٹھ جانا خاص طور پر ایک ایسا غیر
معمولی ساخت ہے جس نے خیالات اور قیاس و مثال کے مابین
سلچے تو پھر ڈکر رکھ دیتے ہیں۔ ہندو پاک کے درمیان
مقابہت اور پہنچ تعلقات کی آزادیوں پر بھی اس سلچے

مسلم شریف مع ترجمہ شرح [مزیدہ بڑا، احادیث صحیحہ]
کی مشہور کتاب مسلم شریف
کا اردو ترجمہ اور سانحہ ہی امام فوی کی شہرہ آفاق ترجمہ کا
یعنی ترجمہ آگیا ہے۔ عربی متن بھی ساخت ہے۔ چند جلدیوں میں
مکمل جلد کا ہر بیہقی اور تائیں روپیے۔

چند انگریزی کتابیں

SPIRIT AND MATTER— RECONCILED	1/50/-
TENETS OF ISLAM	2/50/-
TOWARDS UNDERSTANDING— ISLAM	3/-
MARXISM OR ISLAM	5/-
MUSLIM IN INDIA	6/-
ISLAMIC FAITH AND PRACTICE	4/-
INTRODUCTION TO ISLAM	5/-
HOW TO READ QURAN	1/50/-
THE INSTRUCTIVE TRANSLATION— HOLY QURAN	2/-
MUSLIM UNREST IN CHINA	1/-

مکتبہ جلی - دیوبند (ریوپی)

وجود و سلیمان [کانا بیجانا، نلچ رنگ، قوالی اند و جندو]

حال کے بالے میں اسلام کا صفحہ مسلمک و
موقوفہ امام ابن تیمیہ کے گھر افشاں تلمیں سے۔ ایک روپیہ]

مسلم ختم نبوت [خضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرح کی
تیمت کا خاتمہ ہو چکا۔ اب نہ کوئی

ظلی بی ہو سکتا ہے ذریعہ۔ اس مسئلہ پر دلائل کا ہر تین
تین چیزیں روشن حقیقی استدلال نے اس کتاب کوئی تفہیم نہ
حضرات کے لئے بھی جاذب توجہ نہ دیا ہے۔ سو ادا دی پئے۔

حیث امام ابوحنیفہ [صدر کے مشہور عالم استاذ ابوحنیفہ]
کی معرکۃ الاراء تالیف۔ امام اعظم

سیدنا ابوحنیفہ کی زندگی کے تمام گوشوں کا سیر جعل محققانہ
اور سیط طعارف۔ اردو ترجمہ دلکش۔ پندرہ روپے۔ 1/-

حیث امام ابن تیمیہ [یہ بھی استاذ ابوحنیفہ کی فاضل
ابن تیمیہ کے انکار و آراء، اوصاف و خصائص اور احوال
کو اکتف کی تفصیل سرگزشت۔ 21 روپے۔

حیث امام احمد ابن حنبل [یہ بھی استاذ ابوحنیفہ
ایسی بہت قیمت شہ پارہ ہے۔ امام حنبل کے بلند رُذوق تھیں کا

ایک بہت قیمت شہ پارہ ہے۔ امام حنبل کی شاندار سیرت۔
نوادری عزم و محبت اور امیگے علم و فہم کا مکمل خلاک۔ 2/- روپے۔

سچائی کی طاقت نہ

مل گیا۔ وہ عقلی بنیادوں پر پیر بات تھر جا گلنا نصیحت ہے۔ کیا یہ نکن ہے مسلمان مغلوب قوم سے جزو یہ نہیں، اور ان کی دلیل ہے ہی حفاظت کی ذمہ داری لئے ہیں ہر کوئی سچائی کی غیر مسلم قوم اس حقیقی حسن سلوک سے زیادہ متاثر ہو اور اسلام قبول کر لے۔

ازدواج کرم ان سوالات کا جواب ہے کہ مسلمان کرنے کے لئے سچھ راستہ باخوبی ملتا ہے۔ میں نے بہت روشنی کی کہ ان کو بھائیوں مگر اپنے عقل و علم کو کوتاہ پاکر تجھماڑاں بیٹھا ہوں۔ آخر اپنی مشکل کو آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ ازدواج کرم حفظ کوچی میں خود لکھیں۔ اگر ہو سکے تو میرے پتہ بعثتی حواب اسلام فرمادیں۔ کوئی نکر جانتا ہوں کہ آپ کے سوادیے طرز فکر کی تسلی اور کوئی نہیں کو سنتا۔ آپ کا میں بہت مشکوک رہوں گا۔ خدا آپ کو جزا دے گا۔ شاید آپ ہی کے جا بے متاثر ہو کروہ میدھے راستہ پر آ جائیں۔

الحاصل :-

سو شلزم کی اصطلاح کو دیے تو بعض ممالک بہت بحیرہ روم میں استعمال کر رہے ہیں جیسے کہ ہمارا ہندوستان یا مشتملہ عرب جمپری۔ لیکن حققتہ یہ اصطلاح اسی خارجہ اور کوتاہ قائمت نہیں بلکہ اس کی حیثیت کیونکہ اس کے تھبی یہ جزو کی ہے اور کوئی جزو اپنے مکمل سے منقطع نہیں ہو سکتا لہذا آپ کے ذکر موجودہ سو شلزم کیونکہ معنی میں لے کر جواب عرض کریں گے۔ یعنی وہ اشتراکی ذہن جو کہ قدم کو اپنی منزل توارد کے چکا ہے۔

سو شلزم ذہن

سوال :- ازاد۔ محمد الکرم خاں۔ لاہور
ایک جدید تعلیم یافتہ اور سو شلزم ذہن کچھ اس طرح سوچا ہے کہ:-

۱۔ آغاز سے لیکر اب تک خصوصاً دوسرے جدید میں دنیا کے دو ہی سبک طبقے مسائل ہیں۔ اولًا اقتصادی یو یونیٹی پر ہائی۔ ثانیًا جنسی سے راہ روی۔ معاہدہ ازدی اس خیال کے کہ انسان کی نظرت جنسیاتی طالب چاہتی ہے۔ اس پر پابندی خلاف نظرت ہے اور اسلام جو فطری نہبہ ہونے کا دعیدار ہے انسان نظرت پر پابندی کیوں عائد کرتا ہے؟

۲۔ اسلام میں کوئی واضح سیاسی نظام موجود نہیں ہے۔ اس نے عملی طور پر یہ نظام اپنے چالیس مال بعدهی ناکام ہو گیا۔ پھر جدید دنیا کے لئے یہ نظام بالکل فرسودہ ہے۔

۳۔ اسلام نے جیب بھی کوئی جگل لڑکی تو بھی کافر یا غیر مسلم قوم کو مسلمان ہونے کی دعوت دی پھر لئی میں جواب پاکر جزو کی ترغیب دی اور بصورت دیگر تواریخ جگہ لڑکی لیکن سوال پیدا ہوتا ہے:-

۴۔ آخراً اسلام یا مسلمانوں کو کیا حق ہمتحلی ہے کہ وہ دوسرو پر اپنے نظام حیات یا عقائد کو ٹھوٹنے جب کہ جس طرح ایک مسلمان اپنے آپ کو حق پر بھتائے اسی طرح ایک کافر بھی، میسانی یا ہر دی بھی اپنے آپ کو راہست پر بھتائے پھر ایک مسلمان قوم کو اپنی قوت استعمال کرنے کا حق ہے۔

علوم ہو اگر زیر بحث ذہن اسلام ہی کا باخی ہیں بلکہ پوچھے انسانی صمیر اور عالمگیر قدر ہوں کا باخی ہے۔ جعل ایسے ذہن کو دلیل کی قوت مطہن کرنا اس کے میں کا ہو گا۔

غیر ایک فقیہ اپنی تائیدیں کر کے ہم آپ کو بتلتے ہیں کہ یہ ذہن دراصل کوئی ذہن ہے ہی نہیں بلکہ یہ نفاق اور غریب کا ایک طبع ہے جسے ہے ”ذہن“ کہنا ذہن کی توہین اور فکر و تنبہ سے والستہ کرنا غافر و تدبیر کی لہانت ہے۔

چھوڑتی ہے اسے کوئی حقیقت پر پابندیاں عائد کرنا معمول ہے یا نامعقول۔ سوال پر حال یہ واضح کہ رہا ہے کہ ”مشکل“ حضرات کے نزدیک حقیقتی تعلق کا مکمل طور پر آزاد ہونا معمول ہاتھ ہے اور شروط و مقدمہ ہونا غیر معمول۔ اب کم ہے کہ لکھ رہا آپ ضرور مانیں گے کہ ہر شخص کو وہ ہی طرز عمل اختیار کرنا چاہئے جو اس کے نزدیک معمول ہو۔ جسے اس کا فہریتمندی قرار دے۔ جس کی محنت پر وہ مطہن ہو۔ اب ذرا اپنے اور کوئی کریشنلٹوں پر نظر ڈال کر دیکھئے کہ ان میں کتنے یہیں ہیں جنہوں نے اپنی ہیئت، بیٹھیوں اور بیویوں کو یہ تکلف ازداد اچھی تعلقات کی آزادی کے رکھی ہو۔ اگر زیر تذکرہ سوال ان کے معناد کی پیداوار نہیں بلکہ کچھ جو دل و دماغ سے بھی اس کا کوئی رشتہ ہے تو پھر لازماً ایسا ہونا چاہئے تھا کہ ان کے گھر کی خور تین حصی تعلقات کے درامے میں معاشرے کی دوسری

”اسلام زدہ“ خور توں سے بکری مختلف ہوتیں اور کوئی بھی شخص کی سوچ شرط سے بلا تکلف کرہیں کہ جاں کھا جب آپ کی بہن نہایت حسین ہے اور جس پر اس ہونا انسان کی نظرت ہے لہذا آپ خاکسار کئے یا تو اپنے ہی مکان میں ایک کمرے کا انتظام کر دیکھی یا پھر غریب خانے پر مسحاحر کو تھوڑا دیکھو۔ افغان ہیں ہے۔ آدمی جس بات کو معمول کھتائے اس کے مطابق طرز عمل اختیار کرنے میں وہ اس کا انتظار نہیں کرتا کہ ساری دنیا سے معمول کھوئے تب میں اس کے مطابق عمل کرو۔ دوسرے لوگ الگ گھر جسی معاملات میں قید و بندے کے قائل ہیں تو ہوا کریں۔ ایک سو شریعت کو اسکا انتظار نہیں کرتا چاہیے کہ جب دوسرے لوگ اپنی ہیوں

ہر جدید تعلیم یافتہ اور ہر سو شریعت تو شاید اصل نداود میں نہ سوچتا ہو جس کا خالک آئیے پیش گیا۔ تاہم جو بھی اس اندراز میں سوچے اسے دلائی سے ظہن کرنا بہت ہی دشوار ہے۔ دلائی غلط چھیبوں اور کوتاہ نظر ہوں کا علاج تو کہ سکتے ہیں، لیکن بالتویں کا دفعہ نہیں کر سکتے۔ جو ذہن اپنے سوالت میں بیٹھی کیا ہے اس کی روگ سے ٹیکی کے جراثم پڑتے ہوئے ہوتے ہیں اور ہر ہونہ میں سمجھ سکتا ہے کہ امراض کا علاج کسی ہستاہی میں پر سکتا ہے علم و مطلق کی درستگاہ میں نہیں ملت وہ پھر کرو ہیں آجاتی ہے کہ معاشرے میں خدود گھانس کی طرح پھیلی ہوئی ذہنی و منکری جاہلیت اور کفر دزندگی کی نجاست کا علاج ایک بھرپور اور جامع اسلامی انقلاب کے سوا کوئی نہیں۔ دنیا میں بھی ایسا نہیں ہو رہا ہے اور بھی ایسا نہیں ہو گا کہ کوئی بھی تربیت ازم، اور نظریہ تمام ہی فہم کے ذہنوں کو اپنی قوت استدلال سے مطہن اور سحر کر سکے۔ جے شمارہ ذہن ہمیشہ ایسے ہوتے رہے ہیں اور ہمیشہ ہوتے رہیں گے جن کے معاملے میں دلیل، شہادت اور عقل کوئی مقدمہ تجویز پیدا نہیں کر سکتی۔ یہ آپ کا ہمیشہ فرمودہ ذہن بھی اخچی کی صفت میں مثال ہے۔ سودجھنی خدا کو تو منور کر سکتا ہے لیکن کوئی تہہ خانے میں جا بیٹھے تو سوچ اسے کیا دے گا۔

تاہم اپنے سوالات پیش ہی کئے ہیں تو ہم اس خیال سے جواب عرض کئے دیتے ہیں کہ جو لوگ علم و عقل کے ساتھ انصاف کرنا چاہیں وہ ہماری معروضات پر بھی خود کر لیں۔ (ا) پہلی بات تیجی بھی لینے کی ہے کہ جسی تعلقات کے مسئلے میں پھر پابندیاں اور شرطیں عائد کرنے کا جرم ایکیہ اسلام ہی کا جرم نہیں ہے بلکہ دنیا کے قابل حافظہ نہ ہے اس حکم میں شرک نہیں ہے۔ پوری دنیا میں غالباً اس کے محدود اور بہت بہت بخوبی تقدیر اور میں ایہ زیر سوال ایکیہ اسلام سے کرنے کا نہیں بلکہ پوری دنیا سے کرنے کا۔ ہم کسی ایسے نہ رہے واقعہ نہیں جو بھی اطور پر مذہب کو ملائے کا سخت بھی ہے اور وہ بھی تعلق پر کسی نوع کی پابندی بھی عائد کرتا ہے۔ اس سے

تفاضلاً کرتی ہے کہ کادہن لذتیں سے لذتیں ترغیب اُوں سے حظانہ دوز ہوں۔ پھر کیا دنیا میں کبھی یہ بات معمولی سمجھی گئی ہے کہ لذتیں غذا اُوں کے حصوں میں اشان پر صنایط اور شرط سے آزاد کر دیا جائے۔

اسی طبقہ انسان کو اپنے عیش و آرام کا لیبرا کر دیا ہے اور عین دنیوں کا حصوں اپنا حریون کو دولت پر غصہ ہے اس لئے دولت مال کرنے کا داعی ہی نظرت ہی کے اقتداء سے چڑھتا ہے۔ پھر کیا اس داعیے سرد نیا میں پھیل دندروں قیود خاتم نہیں ہوتے اور آج بھی کیا کوئی باہوش انسان اس کا تصویر کر سکتا ہے کہ عیش و آرام اور دولت کے حصوں میں قانون کو کسی بھی قسم کی شرطیں اور یا بندیاں ماند نہیں کر فی چاہیں۔

یہ تو دراصل از لی وابدی سمات میں سے ہے کہ انسانی خواہشات کے تکماد کو درکنے اور زمین کی پشت کو انسانی رہائش کے قابل بنائے رکھنے کے لئے ہر زمانے اور ہر قلعہ اور قبیلیں یہ نہایت ضروری ہے کہ انسان کے نظری و طبعی تفصیلات پر آئیں کہ پابندیاں ماند کرے، جائز و ناجائز کے پھر دائرے سمجھے۔ پھر اگر اسلام ہی۔ بلکہ تمام

ذرا ہب ہی مبنی دلیلیے کو محدود و مقید کرے ہیں تو اس پر چیزیں ہونے لیے عقلی اور حماقت کے سوا کتاب کملانے چا۔ ایک سچم عین نفسانی ترکیبیں یہ اصول وضع کر کے نظری داعیوں پر پابندیاں لگانا خلاف نظرت ہے تو اسے حق ہے کہ اپنی ہبتوں بیٹھوں کو آزاد اور جنی تعلقات کی آزادی عنایت کر دے لیکن دوسروں سے اسے یہ موقع نہ ممکن چالئے کرو۔ بھی اس کے اس طبقہ اور غرض پر ایمان لے آئیں گے جو لوگ بات بات پر عقل، ساتھ، روشن خیالی اور راستگفت اُستدلل کا حوالہ دیتے ہیں وہ کسی ایک نظری داعیے کے باوجود توہستا میں کوئی کسی عقلمند، روشن خیال، ساتھگفت اور ساتھگفت اُستدلل کے استاد نے اس کے باوجود میں یہ فیصلہ دیا پر کسی بھی نام کی پابندی اس پر نہیں بلکہ چالئے ہو سکتے ہے بلکہ کلبوں والے ملکوں میں آج کچھ "مغکریں" الیے

بیٹھوں کو بازار میں نہ کریں گے میں بھی اسی وقت انکا ساختہ دو نہ گا۔ آخر دو سو سے معاشرات میں بھی تو یہی موت ہے کہ تم اپنے طور پر جو کچھ درست بھجتے ہیں وہی کر سے میں چاہئے دوسرے لوگ اسے درست نہ بھج سکتی آزادی کے معقول بھج کا معاشرہ بھی اکر جھوٹ، مذاقحت، حسن جو ہے جس کو زبانی اور عین فدا معدہ ہے تو یہ بھل کا فاعل نہ شوہد ٹینک ہی ہے، دیانت اور خلوص کے ساتھ الیسا کہ یہ ہے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے فعل و عمل سے بھی اس کا ثبوت ملتا چاہئے چا۔ لیکن جہاں تک ہمارا علم و مشاہدہ ہے ثبوت اس کا تدوافعی جاتا ہے کہ یہ حضرات دوسروں کی بہنوں بیٹھوں پر ڈالے ڈالنے اور دست درازی کرنے میں تو بے شک جری اور روشن خیال ہیں لیکن اپنی بہنوں بیٹھوں کے معاشرہ میں ردا یعنی رجعت پسندی کے قول سے باہر نہیں نکل سکے۔ اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہے تو مکالمہ بھنی آزادی کی یا تیس ذہن دشکر اور خلوص دیانت سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں بلکہ سڑتے ہوئے معاشرے کا گیس ہیں جو منح کر دے جانے سے باہر آ رہا ہے۔

اس نصیحتی تکہ۔ یا مشاہداتی حقیقت کے بعد اب تعقل کے استیج پر آئیے جسی مطابق شک نظری تفاضلاً ہے پھر نظری تعاملت تو اور بھی ہیں۔ کیا دنیا میں پہلے یا آج بھی بھی، کسی بھی دانشوار نے یہ قول کیا ہے کہ انسانوں کو اپنے تمام نظری تفاضلوں کو پورا کرنے کے سلسلے میں مکمل آزاد چھوڑ دیا چاہئے؟ یاد نہیں بھی بھی کسی بھی جگہ کوئی حکومت ایسی قائم ہوئی ہے جس کا قانون یہ رہا ہے کہ انسانوں کی جو بھی خواہش نظری تفاضلوں سے دالت ہے اس کی سکھی اور آسودگی کی راہ میں ضایعہ اور آئیں کی کوئی دیوار حائل نہیں ہوئی چاہئے۔

مشالاً یہ انسان کی نظرت ہے کہ وہ پہٹ بھرنے کے ساتھ ساتھ مدد کا ذائقہ بھی چاہتلے۔ پہٹ تو خوبی روٹی اور مونگ کی دال سے بھی بھر جاتا ہے، لیکن انسانی طبیعت

انسان کو انسان کا گوشت کھانے کی آزادی دیدی جائے اس سے بھی کہیں زیادہ بھی انک یہ بات ہے کہ پیدا ہونے والے بچوں کی صرف اپنی صورت ہوں باقی تلوں نہ ہوں۔

بھم دلائی بہت کچھ میں کر سکتے ہیں لیکن جب یہ ثابت ہے کہ سولسلہ حضرات جو کچھ زبان سے کہہ شہیں وہ ان کے دل میں نہیں ہے بلکہ وہ منافقت کے لئے اور کذب و دنما کی سرسری میں زبان چالائیجیے ہیں تو پھر وقت پر باد کرنے سے جاں کیا۔ آپ تو ہیں رہئے۔ جب یہ سولسلہ حضرات اپنی بہنوں میتوں کے معلمانے میں عملًا اس "روشن خانی" اور فرمادی کا لفظ اہم کرنے لگیں تب ہیں اطلاع دیجئے گا اور دلیل بیجھے گا اُن باتاں اور بھی مخوط رہیے۔ جو لوگ واقعہ "یہ خیال رکھتے ہوں کہ جسمی داعیے پر کسی بھی صمیکی یا بندی لگانا غیر فطری ہے اور محتولیت اسی ہیں ہے کہ جسمی معاملات میں آدمی ٹیک جاؤ رہوں کی وجہ پر زندگی لگدا ہے تو ان کی معقولیت بسندی کا ثبوت صرف اتنے ہی سے پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکے گا کہ ان کے ہمار کی خواہیں، کلبوں، بال رہوں اور سو ٹبوں وغیرہ میں کام جسمی آزادی کے لفظ اہر سے کمری ہو بلکہ یہ بھی دکھنا ہو گا کہ ان کے یہاں لئے بیٹوں نے ماں کے ساتھ، لئے بھائیوں نے بہنوں کے ساتھ اور لئے پاپوں نے بیٹوں کے ساتھ جنمی قلن قائم کیا ہے۔ اگر نہیں کیا تو اس سے ثابت ہو گا کہ کسی نوع کی پابندی کو بر لوگ بھی اس پابندی محدود خالی کرتا ہیں دوسرے کام جسمی آزادی تو اسی صورت میں تصور ہو سکتی ہے کہ باپ کے لئے بھی بھائی کے لئے بہن اور بیٹے کے لئے ماں بھی حر آ رہ ہو۔ تاہم دیگر اس حدود سے

خوب سمجھ لیجئے، جو بھی آدمی مزدیسی اصولوں اور آفاتی قدر دوں کا دامن جھوٹ کر محسن اپنی ہو اسے لفڑ اور مجرم عقل کی لاثی گھلتے گا وہ پھر دنیا کی کسی بھی برائی کا ثابت نہ کر سکے گا کیونکہ جو طے سے جو دنیا ہو کر درخت زندہ نہیں رہ سکتا۔ جب زنا کی حوصلت کے اصول سے ذہن کا رشتہ کافی لیا گیا اور فطری داعیوں یہ پابندیاں لگانا غیر فطری مان لیا گیا تو پھر دنیا کی کوئی دلیل اسی نہیں ہے جو ثابت کر سکے کہ بات۔ ہے کہ

پیدا ہو گئے ہوں جو کوشاں ٹھوٹوٹھوٹوں نے مینڈ طرز تکر کی تکمیر کا گاہ بن سکیں لیکن واقعات کی وجہ پر ان مکون ہر جی تھام ہی فطری داعیات پر کچھ نہ کچھ پابندی تو ضرور ہی۔ چہ کہ "جر" نہ ہو۔ میں بھی کم سے کم اتنی پابندی تو ضرور ہی۔ حالانکہ عورت کے مقابلے میں مرد کا جسمانی طور پر قوی تر ہوتا صرخاً فطری اور قدرتی ہی بات ہے اور یہ بھی فطرت ہی کا اصول ہے کہ زیادہ قوت کم قوت کو بادالتی ہے۔ بڑی چھٹی چھوٹی چھلپیوں کو سکل جاتی ہے لہذا مکر و پر قوی کاظم بھی فطرت ہی کا ایک اقتدار ہوا۔ پھر چھلپا لوگ واقعہ اس پے قائل ہوں کہ فطری تفصیلات پر کسی نوع کی پابندی نہیں لکھی جائیے ایکیں اس کا حق آخر دلیل سے مل جاتا ہے کہ "جر" کو خلاف قانون مسئلہ اور داداگر فطرت کی عطا کردہ جسمانی قوت سے عورت کے کمزور جسم پر غابو پائے تو اسے جنم ٹھیراں۔

حقیقت یہ ہے کہ فطری داعیوں کو مکمل طور پر آزاد چھوڑ دیتے کی بات اتنی نامعقول اور غیر مفہوم ہے کہ گرے سے گر اذہن بھی اسے قبول نہیں کر سکتا جب تک کوہ مکمل طور پر معدے میں تبدیل نہ ہو گیا ہو۔

ہم اگر آزاد جسمی تعلقات کی صرف ماذی ہی تباہی بیان کرنے پر اڑائیں تو یہ ایسا ہی ہو گا جیسے پابند کرنا کہ رات کالی ہوتی ہے اور دن روشن۔ کاش آپ کسی مسئلہ کا ریڈ گوہ دھارا ایسے بچے پر دوش کے نئے عنایت فرا رسکیں جن کا باپ میعنی نہ ہو اور پھر سال دو سال بعد مراجح پر سی محربی۔ اس وقت ان پر حقیقت کھل جائی ہو گی کمکل طور پر مخلل اور حرامی بچوں میں کیا فرشق ہوتا ہے! اگر دماغ کسی ایسے پھر کا نام نہیں جو کھوڑتی میں الگ تھلک رکھا ہو بلکہ جذبات، احساسات اور ضمیر و جدوان سے بھی اس کا رشتہ جڑا ہوا، تو پھر کوئی دماغ یہ تصور نہیں کر سکتا کہ جسمی قلن کو کام آزادی دیتے کی صورت میں یہ زنا چڑھدی بھی قائم رہ سکتی۔ دنیا تو شاید قائم رہ بھی جاتی مگر اس پر انسان کا دھونہ نہیں پہنچتا اور سیدھی کھوڑتی ہی سے فور کرے تو جسمی بھی انک یہ بات۔ ہے کہ

بادی سطح پر بھی وہ اسے تباہ کن ہی مان رہے ہیں پھر جلا اپنے یہاں کے انگھڑا اور کچھ سوتسلوں سے پوچھتے وہ اپنی اس تینگ کا جڑا آخرس "مصدرِ فیض" سے ملتے ہیں کہ جنپی داعیوں کو کامل طور پر آزاد ہونا چاہئے!

۲۔ جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام میں کوئی وضع سیاسی نظام موجود نہیں سب سے پہلے ان سے یہ پوچھئے کہ کیا وہ اُس زبان سے بھی واقف ہیں جوں جیں اسلام نے خود کو پیش کیا ہے۔ محل بات ہے کہ کسی نہ ہب پالنسفی ازما کے باسے میں کوئی حقیقی رائے دینے کا سوال اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب ایک شخص اس کا حق مطالعہ کیا ادا کر رہا ہے۔ حق مطالعہ ادا کرنے کے لئے قہم و بیعت کی معفاری استعداد سے بھی قبل یہ بات تو بالکل ابتدائی درجے میں ضروری ہے کہ ہم اُس زبان پر عبور رکھتے ہوں جس میں ہمیں مطالعہ کرتا ہے۔ عبور تو درکثار اگر ہم طالعاً سطح پر بھی اس زبان سے واقف نہیں ہیں تو ظاہر ہے کہ ہمارا الہام اس زبان کو ری شاعری سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہے۔

یہ جو پیدا تعلیم یا فہم سیاست سیاست حضرات اسلام کا فقط نام سُنتے ہیں اور اس نام سے متعلق تمام معلومات مغرب اسلامہ کی تحریر و تقریر سے حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح پر ج علم حاصل ہوتا ہے اس کی حیثیت شیک ایسی ہی ہوتی ہے جیسے سو اسی دانہ کی کتاب "ستار تھوڑا کاش" میں اسلام کا یاد رسمی انسانیکو پڑیا یا اسے اسلامی مذاہب کا علم حاصل کیا جائے۔ نتاً یعنی ایسے بے اصولی اور فلسفت کار لوگوں سے کیا گلکوئی جاتے۔

یہ حصہ الزام تراشی ہے کہ اسلام میں کوئی وضع سیاسی نظام موجود نہیں ہے۔ اس کے برعکس یہ بھی کہا جا کر "اسی لئے یہ نظام علی طور پر چالیں۔" اس بعد ہمیں ناکام ہو گیا۔ یہ بھی تاریخ کو جھٹکانے اور واقعات کا منحصر چڑائے کے مراد نہیں ہے۔ اگرچہ عملًا کامیاب یا ناکام ہونا کسی نظام کے نظری سطح پر موجود ہے۔ نہ ہونے کی

اور بڑی یا حقیقی مان اور بیٹھی کے درمیان جنپی تعلق میں گوئی قباحت ہے۔
اسلام نظری مذہب ہے!۔ اس قول کا مطلب صرف آنے والے کو وہ نظری داعیوں کو کچلنے اور ایہ بُخت کی ہدایت نہیں دیتا بلکہ ان داعیوں کی سیراہی کے مقابلہ وسائل ہتھاگر تاہم۔ سبق اعلانہ کہ جو مذہب نظری ہوا اس کا نظری میلانات پر قائم کیا ہندی ہا مذکور نا علاقہ غلط ہے لہنا الفو، بغیر مظلقی اور احتمال نہیں کہ در نام میں بھی کسی معاشر میں اسے تسلیم نہیں کیا گیا۔ اور اگر کسی جگہ بھی بھار کسی غاص نظری داعیے کے لئے اسے تسلیم ہی کریا گیا ہے تو اس کے شاخ طبی تجزی سے ایسے بھلکھلیں جو پر تسلیم کرنے والے خود ہی جچ بھی اٹھے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ عفت و محنت کے تصورات اور جنپی تعلق کی حدیثی صرف مذہب ہی کا محدود ہے۔ آج جو ممالک دہشت کے علیحداً اہمیں۔ مثلاً روس اور چین، دہان، بھی صنعتی معاملات کا میں طور پر جے قید نہیں ہیں۔ وہ بھی ایسی طور پر پیدا جائز نہیں ہے کہ ہر مردوں نے سلوک وہ کم جنپی تعلق قائم کر سکے۔ وہاں بھی صنعتی انتشار اور جنپی امار کی کوچب ہی تسلیم کیا جاتا ہے۔ خونتہ ایک ممتاز، کیونٹ سائنس دان یہاں نیلانات کا ارشاد ملأ خطہ فراہمی وہ مردوں کے مسائل پر بحث کرتے ہوئے اپنے ملک و دس میں متعلق لفظ ہے:

"کچی بات تو یہ ہے کہ نام ممتاز (WORKERS)

یہ صنعتی انتشار کے آثار میں ہر پچھیں۔ یہ ایک

نہایت پر خطر حالت ہے جو مشتمل نظام کو تباہ

کر دینے کی وجہ سے رہی ہے۔ ہر ممکن طریقے سے

اس کا مقابلہ کرنا چاہئے۔" (فاران اپریل ملکہ بخوارہ

میرلانا مودودی THE BIOLOGICAL

TRAGEDY OF WOMAN

معلوم ہوا کہ جنپی تعلقات کا بے قید ہونا تو سو شلزم کے اماموں کی نظر میں بھی سخت خطرناک ہے اور ملک

آپ پیر بھی تو دیکھئے کہ جن چالیس سالوں میں اسلامی نظام برپا رہا ہے وہ ماذی کامرانیوں اور پشت رفیقوں کے اعتبار سے کتنے شاندار تھے۔ ماذیت رو عالمی تدبیون کو اہمیت نہیں دے گی مگر انہی ہی ماذی تدبیوں کو اسے بہرحال سلیم کرنا ہو گا۔ جو سیاسی نظام عرب کے باخوانہ اور غیر مدنون قبائلیوں کو بر قریب فتح و مُسرعوت کے ساتھ کشیر کشا اور فارغ بنا آچلا جاتا ہے وہ اپنی برتری اور غلبت کیلئے کھی اور دلیل کا محتاج نہیں۔

ربایہ کہنا کہ — ”پھر جدید دنیا کے لئے یہ نظام بالکل فریبود ہے۔“ تو یہ نعرہ خاد عربی بھی اتنا ہی جاہلاند اور متعصبانہ ہے جتنا اسلام کے سیاسی نظام کی معدودیت کا دعویٰ۔ جو لوگ اسلام کی سرکاری اور مصروفی زبان تک سے واقف نہیں وہ کیا جان سکتے ہیں کہ اسلام کا سیاسی نظام چہ کیا۔ جب ایک شخص کی حقیقت ہی سے داجی واقفیت نہیں تو اس پر کوئی قطعی حکم لگانا نامعقول جارت کے سوا اور کیا کہلاتے ہے۔

فرسودہ — رجعت پنداز — آڈٹ آٹ ڈیٹ
— اس طرح کے الفاظ نہ بڑکے لئے استعمال کرنا آج کل کا مرغوب فیض ہے مگر ظاہر ہے فیض کا کوئی مقام علم و مطلق کی پارگاہ میں نہیں ہے۔ جدید دنیا سے صراحت اگر دنیا پرستی، ہشیت ماذیت بھنسی فسطائیت، ظاہر پرستی اور خدا بپزاری ہے تو بے شک اسلامی نظام ان حواس کی سرپرستی نہیں کر سکتا لیکن اگر ”جدید دنیا“ سے مطلب ماذی علم کی ترقی اسائنس کی پیش رفت اور تہذیب و تمدن کا ارتقاء ہے تو اسلام کا سیاسی نظام انہیں سے کی بھی شے کے لئے ”فرسودی“ کا کوئی عنصر اپنے اندر نہیں رکھتا۔

فقط ہم دھمل دعووں پر سرمایہ کارہے۔ اگر کوئی سیشلٹ علمی پردازیں یہ بتائے کہ اسلامی نظام کا فلاں عصر جدید دنیا کے فلاں خس پہلو سے مگر اماں ہے تو اس پر شایان شان مفکر کی جا سکتی ہے۔ فقط نعروں یہ تہہ دعووں اور عالمیان چوب رہانیوں پر آپ اور ہم پناہ دفت کیوں ہٹائے

کوئی دلیل نہیں۔ دائمہ الگ یونہی ہوتا کہ چالیس سال بعد اسلامی نظام ناکامی سے دوچار ہو گیا ہوتا تب بھی قدری و مطلقی رخ سے یہ نیجہ نہیں نکالا جا سکتا تھا کہ اس نظام کا وجود ہی نہیں ہے۔ وجود نہ ہوتا تو آخر کیا چیز ناکام ہے اور کیا چیز تھی جس کے چالیس سالہ دور کو خدا آپ بھی سلیم کر رہے ہیں۔ جو دلیل آپ موجود نہ ہوئے کی وجہ سے ہے اسی وجہ سے ہے ہیں وہ تو یعنی وجود کی دلیل ہے۔ چالیس سال تکب یہ نظام خود آپ ہی کے اعتراف کے مطابق موجود اور پرہاڑہ رہا اس کے باگے میں یہ کہنا کہ وہ سرایا عدم ہے پس وہ حواس کی موجودگی میں آخر کیسے ہو گئے ہے۔

تاہم کچھ دری کے لئے الگ ہم بان ہیں کہ چالیس سال بعد ناٹکام ہو جانا اسلامی نظام کے ”عنقا“ بخون کی دلیل ہے تب بھی دائمہ میشلٹ ذہن کی تائید نہیں کرتے۔

مسلمانوں نے آغاز ہی میں جن حوالہ کو فتح کیا تھا انہیں سے درجنوں تاؤج بھی مسلمانوں ہی کے زیر نہیں موجود ہیں۔ یہ مصر، یہ حجاز۔ کیا یہ ایک دن کے لئے بھی مسلمانوں کے سایہ افکار سے نکلے ۔ ۹

اب کہا جلتے ہا کہ سوال مسلمانوں کا نہیں نظام اسلامی کا ہے۔ ہم جواب دیں گے کہ مسلمانوں نے اگر اس نظام میں جو آپ کے اعتراف کے مطابق چالیس سالوں تک برپا رہے چکا ہے کچھ تبدیلیاں کر لیں اور پھر فتح رفتہ یہ تبدیلیاں اسے شاخ و خوت کرنے کے حاصل تک جا پہنچیں تو اسے آپ صرف مسلمانوں کی غدری و عملی خطا فراری سے سکتے ہیں جملتے خود نظام کا نفس یا بعد میں اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے۔ نظریات کسی خود کارکارا طی کا نام نہیں ہے جو ڈرائیور کے بغیر حلیقی جائے۔ جو نظریات اصول کسی نظام کی تخلیق کرتے ہیں ان کی گاڑی چلاتا نہ چلاتا خود اسالوں کا کام ہے۔ افسان اگر ایک اصول ایک نظریت کو ترک کر دیتے ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس اصول اور نظریت پر ”عدم“ کا حکم لگ جائے۔

نساریں کو کمی مسلمان مملکت کے ارباب اقتدار اگر واقعہ پری کسی خیلگی اور ناکامی کے ساتھ یہ معلوم کرنا چاہیں کہ ملک میں نافذ کرنے کے لئے اسلام کا پیر کی نظام کہاں ہے، کوئی سماجی، کیسا ہے تو وہ مفصل و مکمل جواب دیں اور ایک ایک نظریاتی بنیاد کو ملمنے و بھیں پس پر اس نظام کی عمارت اٹھائی جا سکتی ہے۔ لیکن جہاں نیک سی کا دور رو رچ دنہ ہو، جہاں دل رو دماغ کو راجح و مسلط نظاموں کا مکمل تابع اور دریو زہ گزنا لیا گیا ہو، جہاں نفاق اور اندازت کا سکل جل رہا ہو، جہاں کوئی عالمگیری سوچ لست کو کیا سمجھا سکے گا کہ اسلام کا یہی نظام کیا ہے۔ کہاں ہے اور کیا ہے۔

سم۔ اسلام کے کمی بھی اقتدار کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے خدا اسلام کی آفاقی حیثیت کو سمجھ دیا جائے۔ اسلام کی خاص قوم یا افراد کا وضع کردہ مذہب نہیں وہ خدا کا نازل فرمودہ مذہب ہے، اور خدا اسی ایک ملک یا قوم کا خدا نہیں بلکہ یہ ساری زمین اسی کی ہے۔ اہم طرح پاکستانی آئین کا اطلاق فقط کراچی یا راولپنڈی تک محدود نہیں ہے بلکہ پورے پاکستان کا چہ چہ اس پر کے دائرے میں آتی ہے اور اس آئین کو نافذ کرنے والی قسم کے ایک ایک فرد کی کوشش اور خواہش ہی ہرجنی چاہئے کہ ملک کے کمی بھی کوئی نہیں آئین شکنی نہ ہو، بغایت ملک کے جرائم پر وکش نہیں، ملک کی صالیحت کو خطرے میں ڈالنے والی سرگرمیاں جنم نہیں اسی طرح امرت مسلم کی بھی کوشش، اور خواہش لازماً ہی ہرجنی چاہئے کہ اس پوری زمین میں کہیں اُس قانون کو نہ توڑا جائے جو اس زمین کے مالک اور آقا کا قانون ہے۔ ایک ایک حریقہ پر اسی آئین کا ارتقط پڑیں کہ ہر جیہے اسی آئین کے وضع گزئے والے خدا کی سلطنت میں ہے۔ مسلمانوں کی حیثیت اس باب میں ایسی ہی ہے جیسے دنیاوی سلطنتوں کے آقیسوں کی بھی ہے کہ وہ لوگوں سے قانون کا احترام کر لئے اور قانون شکنی کو داد دیگر کے شے میں کستے پر ماوریں۔ وہ اگر اپنے بھر

کریں۔ ابھی کچھ مدت ہوئے پاکستان کے ایک صاحب اسی نوع کا دعویٰ اپھالا ہے۔ اس پر دہان کے لئے ہی جو جریدوں میں خاصی تفصیل سے اسلامی نظام کا تعارف کرایا گیا تھا ملک یہے کہ دعوے کرنے والے دعوے کرنے میں تو بہت ستوں میں لیکن ان کا جواب ملنے کے لئے ان کے کافی بیرونی مذاہیں لگی ہوئی ہیں۔ لگی بوجی کیسے نہ ہوں۔ مقصود حقیقت کی تلاش ہی نہیں، مقصود تو بس اتنا ہے کہ اس اسلام کو مسئلہ اقتدار مک آئندے سے روکا جائے جو اگر آیا تو تمام حرام کاریوں اور ہوکس رائیوں کا خانہ خراب ہو جائے گا۔ پھر بھلا دہ یکوں مغقول جو ابانت پر توجہ دیں۔ توجہ الگ دین گئے بھی تو اس طرح کہ مدل و معقولیت مر بیط لیں گے۔

بہر حال اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اسلام نہیں ایک دلچسپ سیاسی نظام رکھتا ہے بلکہ اس کا سیاسی نظام دنیا کے برخلاف سے برتر اور اعلیٰ ہے۔ لیکن کسی بھی نظام کے پیغمبر اور زلف درز لفت گوئے کامل وضاحت کی روشی میں اسی وقت آتے ہیں جب اسے عملی دنیا میں برپا ہائے۔ نظاریوں کی مثال ایمی مجدد فکری و نظری حالت میں ہم جیسی ہے۔ علم ایسی صلاحیتیں کو نیایا کرنے اور بھل پھول دینے کے لئے لازماً اس کا محتاج ہے کہ اس پر عملی محنت کی جائے۔ اس کے لئے زمین میں بول چلے پھر اسے کھاد اور پانی دیا جائے۔ وہ لوگ اجتنی ہی کہلائیں گے جو پر طالبہ گریں کہ ایک تحریم کو سمجھی پر رکھ کر اسکے اندر پھپھے ہوئے پوئے کے ایک ایک برگ دیا رہے ایکلی یک چل پھول کا ٹھیک ٹھیک نقشہ کھینچو جائے، ایکی تعداد بتائی جائے، ایکی مکمل وضاحت میں روشی میں لایا جائے اسلامی اصول و نظریات کے تحریم سے اگر برشسلوں ہی سے اعتراف کے مطابق کبھی کوئی درخت برآمد ہو اتحاچیست عکریت الفاظ اور تہذیب و تدرین کے دائرہ میں پر اپنی شاخیں بھلاتے ہوئے چالیں۔ تک کھڑا رہا اس سے نہ تباہت پڑیگی اک تحریم میں درخت بنتنے کی صلاحیتیں بہر حال موجود ہیں۔ علمتے اسلام آج بھی ہر وقت اس کے لئے

آئینی قرار دیا ہے مطلب صرف یہ تھا کہ جو لوگ نظریاتی طور پر خدا ای قانون۔ اسلام کو مانتہ رہتا ہے اسی لئے اپنے نظریات پر قائم رہنے کے تو مجاز ہیں لیکن اس کے مجاز نہیں کہ سیاست و حکومت کے دائروں میں اسلام دشمن آئین کا نفاذ کریں اور اصل مالک و آقا کے آئین کو پابند کر کے ڈال دیں۔

یہ تھی بیانی مطہن اُس دعویٰ تک کی جس پر نیا اعتراض کرتی آتی ہے۔ یہ تکنگ لازماً خلافت عدل اور بغیر معمولی ہی ملک اگر اسلام کی حقیقی حیثیت کو نظر انداز کر دیا جائے بنیادی بات۔ جسے دنیا کا ذہن مانتے ہیں اسی ہی کے خدا کائنات کو پیدا کر کے ایک طرف نہیں جایا جانا بلکہ دوسرے طور پر کار فرا آتا ہے اور یہ جغرافی خطوط و حدود میں بھی جوئی ساری زمین اسی کی سلطنت عظیم کا ایک جزو ہے یہ مختلف ممالک اس کی آقانی کے تعلق سے ایسے ہی ہیں جیسے ایک شہر کے مضافاتی گاؤں اور ملک۔ انسان کو اس نے دھرتی کا آقانہ اپنا خلیفہ بنایا ہے، خلیفہ کا فرض ہے کہ وہی سلطنت میں دستور و قانون کا اجراء کرے اور باخدا نہ مکروہ پر بند باندھے۔ جو لوگ اپنے کو خلیفہ نہیں آمر مظلوم بھی ہوئے ہیں وہ تو ہر حال من مان کریں چنانچہ لیکن اسلام کے سچے پروپرتو ہر حال خود کو آئین خداوندی کا خادم اور اس آئین لائیو اے پیغمبر کا جانشین ہی تھوڑے پر محروم ہیں۔ وہ محور ہیں کہ اپنی استظام کی حد تک اپنے آقا کے قانون کا حق خدمت ادا کریں۔

اس سوال پر تکریر کی دفعہ کا جواب یہ چکر کے ہے۔ مسلمانوں نے کبھی اپنے عقائد اور نظام حیات کو زبردستی کی پر نہیں ٹھوٹا سا کیے اور اگر کچھ مسلمانوں نے واقعیتی زبردستی کی ہو تو وہ اسلام کی نگاہ میں جرم ہیں خادم نہیں۔ اسلام لا نیکی تو شرط اول ہی یہ ہے کہ دلی رضا و رغبت سے اسے قبول کیا جائے۔ زبردستی سے رحمان و رحبت بیدا نہیں کرتی لہذا کون سچا مسلمان ہے جو جرم و اکراہ سے مسلمان بنانے کا تصویر بھی کر سکتا۔ لیکن زبردستی مٹونے کا مطلب اگر یا جارہا ہے کہ مسلمان قدرت پا جانے پر کیوں اسلامی و قانین نافذ کرئے ہیں

کو شش نہیں کریں گے اور خلافت آئین ہمگیوں کی طرف سے غافت بر تین گے تو انہیں فرض ناشناس بھا جائے گا اسی طرح امت مسلمہ اگر اپنی استظامت اور وسائل کی حد تک دعوت اسلام اور آئین اسلامی کے نقاد و اجراء کی سمجھی نہیں کرے گی تو وہ جرم قرار پائے گی۔

یہ ہے وہ پوزیشن جس نے پیغمبر اور ان کے صحابہؓ کو تجویز کیا تھا کہ زمین کے جن گوشوں تک دہ اسلامی دعوت پہنچا سکیں پہنچاں ہیں اور جو لوگ اس دعوت کو قبول نہ کریں انہیں تبول نہ کرنے والوں کی فہرست میں درج کر دیں۔ "جزریہ" اسی اندر راجح کی ایک عملی ہدایت ہے۔ سبقائیوں کو اس پر اعزاض کرنے ہوئے مترحم آئی چاہیئے کہ جن ملکوں میں ان کے نظام حیات کا تسلط ہے وہاں تو سکولزم سے نظریاتی بغاوت کرنے والوں کے لئے چاروں زندہ رہنا بھی محال ہی ہے۔

وہاں ایسے باخوں کے لئے کم سے کم تر درجے میں تحریر اور زہری صفائی کے وہ ہولناک طریقہ راجح ہیں جنہیں سن کر بھی بدن کے رد گئے گھٹے ہوتے ہیں۔ پھر بھلا اسلام کا لکھایا ہوا جزریہ سوائے نرمی اور رواداری کے کیا کہلاتے گا جبکہ اس کے پہلو وہ تحفظ اور سرپرستی کی ذمہ داریاں بھی اپنے سر لیتا ہے۔

"جزریہ" قبول نہ کرنے کی صورت میں جگاس س نئے لڑکی جاتی ہے کہ جز میں دینے پر آمادہ نہ ہونا گویا اپنے خود مختار اور مساوی ایجادیت حکمران ہونے کا دعویٰ ہے۔ جیسی بتائیے دنیا کی کوئی سلطنت ایسی ہے جو اپنے دائرہ اختیارات کسی گروہ کو متوازی حکومت قائم کرنے کی اجازت دی دے۔

اگر نہیں ہے۔ اور نہیں ہرگز سکتی تو سلطنت دنیا کا واحد حکمران اور آقا اس کی اجازت لیسے دے کا کچھ بھول اس کے قانون سے محرف بھی ہوں اور اپنے اخراج کا اعتراض کرنے کے وطن اسی کی سلطنت میں متوازی حکومتیں بھی جاتیں اسی قابل احتراض صورت کے نتیجے میں امت مسلمہ اپنے اوقافی درمیں تلوار اٹھانے پر محروم ہوئی اور تلوار اٹھانے کا مطلب یہ ہرگز نہیں تھا کہ لوگ جبرا مسلمان بنانے کا تصویر بھی کر سکتا۔ اگر اس کو تو تبدیلی مذہبی سلطنت میں خدا تعالیٰ قانون نے خود غیر

علمبردار یا سیکولر ازم کے حامی یا نظر انیدت کے پروپر وہی سب نہیں گرتے؟ ایسا کرنا قرآن کا فرض اور انسانی صمیر کا تقاضا ہے۔ یہی طرز عمل بخاستوں اور پاکتہ خیزوں کے دریان امنیا از قائم رملنے کا ذمہ دار ہے۔ یہی طرز ہے جس نے اچھی اور بُری ستاروں کو گلظہ ہونے سے جلا کر کیا۔ اور انسان کی قوت تیزی جائز روں کی طرح پر ہیں ہمچنانکی ہے۔ الگ معقولیت اس کا نام رکھ لیا جائے کہ کوئی بھی شخص کسی کو نہ لڑکے اور جس نے جن عقائد و تصورات کو درست سمجھ رکھا ہے ان کی بُلیخ دلالت نہ کرے تو اچھائی اور بُرائی، تنجی اور شیرینی، سیاہی اور سفیدی کا فرق ہی مرٹ ہلاتے۔

یہ سلسلے ہی میں کامنے ختم ہو جائیں کہ شراب بند کرو، طوافوں کے از اگاراٹو۔ رخوتستان کو مٹا دو و خیر دلک رہایہ کہ مسلمان قوم بعض مراحل میں قوت استعمال کرنے ہے تو اسے عقلی غباووں پر صریحًا خلاف الصاف فرار دیتا کم سے کم ان سو شلسوں کی توزیب نہیں دیتا جن کا پسندیدہ نظام ہیں بھی جزو خلجم اور خوں ریزی کا شاند اور سکارڈ قائم کئے بغیر رہی کار نہیں آیا اور روبہ کار آئے کے بعد بھی جسیں غذہ بہی کے خلاف نہیں اپنے سے شدہ بار بُری خیزوں اخراج کرنے والوں کے خلاف بھی سلسلہ دیجیم قوت کا ہر لکا استعمال کیا جاتا ہے۔

ہم بتاؤ دنیا میں کب کہاں کوئی ایسی سلطنت قائم ہوئی ہے جس نے اپنی نظر باتی غباووں پر حملہ کرنے والوں کے مقابلہ ہر منکر قوت استعمال نہ کی ہو۔ کہاں ایسے رنج امریخ بوجگ بستے ہیں جو اپنی محبوب خیزوں کے حفاظت کی خاطر تھیمار نہ مٹاٹی ہے جو خلجم حلا میکر نرم سے محرفت ہوں۔

ایک کافرا ایک یہودی یا میسیحی بے شک اپنے آپ کو راہ راست پر بھٹکاتے۔ اسلام نے کب اس سے ایسا سمجھنے کا حق چھینا۔ اسلام کا کام تصریح اتنا ہے کہ لا اس کی قوت اور وعظ و پیش کی حکمت سے اپنا برحق ہونا واضح کرے اور جن غلط عقائد کی لوگوں نے "برحق" بھجو رکھا ہے ان کا غلط ہونا ثابت کرتا ہے۔ بھی کام دنیا کا ہر زندہ ہب اور ہر ازم کرتا ہے۔ کیا سو شلسوں پر اسرایل اور ازان نظامیوں کے

اعد دستور کی مسند پر کیوں اسلام کو تاج شاہی پہن کر بھاتے ہیں تو اس کا نام زبردستی نہیں بلکہ طبعی و فطری تقاضا ہے۔ اس تقاضے سے دنیا کا کوئی نظام خالی نہیں۔ کیا سو شلسوں قابو پا جائیں تو وہ سو شلسوں کے سوا بھی کوئی نظام اپنے حدود اقتدار میں قائم کر سکے؟ کیا دنیا کا کوئی بھی مقتدر گروہ یا سلطان ایسے نہیں؟ نظام کے علاوہ کوئی نظام فائم کیا کر سکتا ہے؟۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو جس طرز عمل کا نام "ٹھوٹنا" رکھا گیا وہ ساری دنیا ہی کے نزدیک معمول اور معمول بہا قرار پایا۔

یہاں سیکولر ازم کے علمبردار کچھ اعتراض اٹھا سکتے ہیں لیکن سیکولر ازم کے سلسلے میں اس وقت بعضی لگنگوں بے محل ہے کہ مکالمہ تو سو شلسوں سے ہے۔ سو شلسوں اگر اپنے نظام کے باسے میں ذہنی غیر جانبداری کا نام لے دیں تو وہ سو شلسوں وہیں گئے ہی کہاں۔ ان کا تو خود وہی طرف کا رہے جو اسلام کا ہے۔ یعنی موقع لئے پر اپنے قوائیں نافر کرنا۔ فرق اگر ہے تو یہ ہے کہ اسلامی نظام میں کسی غیر مسلم پر کوئی قوت غن نہیں، کوئی نریادی نہیں کوئی جبر و قوت و نہیں بلکہ سو شلسوں نظام میں غیر سو شلسوں پر دار و گیر ہے، زیر دستی ہے۔ حملہ ہے۔ لیکن شف روں اور حیں کے اسے میں نریادہ سے زیادہ جھوٹ بولنے اور بزرگ باع دھکانے کے باوجود یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ وہاں ایسے لوگوں کو امن اور حیں کی زندگی تھیب ہو سکتی ہے جو خلجم حلا میکر نرم سے محرفت ہوں۔

ایک کافرا ایک یہودی یا میسیحی بے شک اپنے آپ کو راہ راست پر بھٹکاتے۔ اسلام نے کب اس سے ایسا سمجھنے کا حق چھینا۔ اسلام کا کام تصریح اتنا ہے کہ لا اس کی قوت اور وعظ و پیش کی حکمت سے اپنا برحق ہونا واضح کرے اور جن غلط عقائد کی لوگوں نے "برحق" بھجو رکھا ہے ان کا غلط ہونا ثابت کرتا ہے۔ بھی کام دنیا کا ہر زندہ ہب اور ہر ازم کرتا ہے۔ کیا سو شلسوں پر اسرایل اور ازان نظامیوں کے

تھے کہ کتنا عطا اور خلاف حقیقت انداز نظر ہے جو دنیا نے اسلام کے باشے میں اپنار کھائے۔ آج تو فقط حضرت ہی حضرت ہے یا شخص زبانی طاریاں۔

دفعہ ب کا جواب یہ ہے کہ:-

"جزیرہ" سے جس قدر وحشت کھاتی جاتی ہے اور جس درجہ اعتراض کیا جاتا ہے وہ در عمل دشمنان اسلام کے فاسد پر پیگنڈے کا تیج اور ہم مسلمانوں کی عالمی خبری کا کر شمرہ ہے۔ سو شدت تو کیا خود مسلمانوں ہی کے بے شمار علم یافہ حضرات بالکل ہنسی حلنتے کہ "جزیرہ" کیا ہے، وہ کتن لوگوں پر کن حالات میں اس معيار سے لگایا جاتا ہے اور اس بدلے اسلام کیادیتا ہے۔ کسی بھی جزو کو اس کے کل کے ساتھ رکھ کر دیکھنا چاہئے۔ تھا انکا کان یا آنٹوں کو آپ اپنا فی جسم سے جدا کر کے بھٹکنے کو کوشش کریں گے تو ظاہر ہے یہ کوشش لا یعنی ہو گی۔ اسی طرح "جزیرہ" کو اس کے جملہ متعلقات سے الگ کر کے محض نفرت و حقارت اور تعصیب و جاہلیت کے راضیئے سے دیکھنا بھی منزل الصالح بھیں پہنچا سکتا۔ یہ کامل جھالت ہی کی بات ہے کہ مفترض ہی ہمیں خود آن جماعت بھی جزیرہ کو ایک حظیم بدسلوکی اور اسے اٹھادیتے کو ایک عظیم حس سلوک خیال فرمائی ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جزیرہ کی شرعی حیثیت و حقیقت کا علم حاصل کیا ہیں مگر وہ اپنے اپنا خیال بدلنا ہو گا۔

جگہ کی کی اس کی تو محلہ ہنسی کہ ہم زیادہ تمازیڈوں میں جا سکیں۔ تاہم جواب کو بالکل ہی تشنہ ہیں چھوڑ دیں گے۔ فرض کیجئے ایک ملک وسرے ملکے بر سر مرکار ہے، کشت و خون ہو رہا ہے، آندر کار ایک ملک مغلوقت ہو جاتا ہے اور دوسرا ملک کی وحیں اس پر تابعیت ہو جاتی ہیں۔ تباہی کیا پوری دنیا میں عمل ایسی ہی قاتلان ہمیں رکھ ہے کہ اس ملک کی تمام اراضی فاتح کی ہو گئی جو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہے شار سر کاٹے اور کٹا اسے کے بعد اس ملک یا سہر پر جو قبضہ ہوا۔ ہم اس کی زمینوں پر فاتح کو تصریح کا اختیار نہیں ہے؟

غما ہر ہے ایسا کہنا دھاندی ہو گا۔ پھر اسلام کو دیکھتے کہ اس موقع پر وہ کس طرح تمام دنیا سے طرف فیض ارضی کا ثبوت دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہاں کی زمینوں کو ان کے مالکین سے نہ جھنڈا جائے، بلکہ مالکین ہی کی ملکیت قائم رکھتے ہوئے خراج اور جزیرہ لگایا جائے۔ خراج تو ظاہر ہے ایسی ہی ایک چیز سے جیسے لگان۔ دنیا میں آخرون کوں حکومت ہے جو زمین کے مالکوں سے لگان یا کسی بھی نام سے کوئی نہ کوئی رقم وصول ہیں کرتی۔ اللہ نے "جزیرہ" اپنی اصطلاحی حیثیت میں صرف اسلام ہی تک محدود ہے۔ لیکن جزیرہ سے کیا۔ فقط اتنی معنوی رسم جزوی لوگ سے آسانی ادا کر سکیں۔ پھر یقین گئی چیز کے مقابلہ عائد کی گئی؟ ملکیت زمین کے مقابلہ ساتھیے ذمیوں کے حق میں زیادہ پسندیدہ بات یہ ہوتی کہ اس اور خون کے دریا سے گزر کر قبضہ حاصل کرنے والے پاہی ان کی زمینوں کو اپنے امین بانت لیں اور ذمی مذکون کے رہ جائیں یا یہ بات زیادہ پسندیدہ، زیادہ رعایت آئیز اور زیادہ قیاحناء ہے کہ ان زمینوں پر ذمیوں کا قبضہ جوں کا ذل باتی رہنے دیا جائے اور اس رعایت کے معادھے میں۔ جو دو اصل رعایت نہیں بلکہ عطا اور انعام کے درجے کی شہر ہے۔ ان سے صرف معنوی سی رقم جزیرہ کے نام سے وصولی کی جاتی ہے۔

زمینداروں کے علاوہ بھی اگر درستے تمازیڈوں پر جزیرہ عائد کیا جاتا ہے تو اس کا بوجہ آج کل کے جذب زمانے کی ملکیتوں سے بہت کم ہی ہے زیادہ نہیں۔ مثلاً حضرت عمر فرضی دلمہندوں پر فقط ایک مرد پریہ ماہنامہ پیٹھو پر آٹھ آنے ہوئے اور اس سے کم آندی والوں پر چار آنے لامبا نہ جزیرہ حاصل کیا تھا۔

علاوہ ازیں جزیرہ صرف اُن افراد پر لگایا جاتا ہے جو ارضی مرنے کے اہل ہیں۔ عمورتیں بچے، بڑھے، عباڑے، کاپل کے خدا، جوگی سنیا سی، نابینا، دامِ المربیں، فقیر، محفل، بے روذگار سے سب اس سے مستثناء ہیں۔

مقرر ہے وہ بیکار ہے۔ اس میں کوئی امتیاز نہیں۔

تیرا حق یہ ہے کہ دنیا کی تائونیں بھی مسلمان اور زمیں بیکار ہیں۔ یہاں تک کہ جو چیزوں اسلام میں بخوبی و حرام میں ممکن غیر ممکن ایھیں ایسا نہیں بھتے، مثلاً ستراب و رخزیر ان کے معاملے میں مسلمان بخوبی قرار پائے گا اگر ایھیں ایسی صورت میں پھانع کرے یا چرا گے جب کروہ کسی ذمی کی ملکیت ہوں مسلمان سے اس کا جرم مانو وصول کرے ذمی کو دیا جائے گا۔

چھٹا حق یہ ہے کہ ماریٹ گاہی کلوج، ایڈر سلی، الراہ تراشی غیبت اور زیان یا احتفاظ جواح سے کسی بھی قسم کی ملکیت ذمی کو سینچانا اسی طرح جرم ہے جس طرح مسلمان کو سینچانا پانچ ماں حق یہ ہے کہ وہ جستک چار ماں ذمی رہنے پر راضی رہیں اور جب چاہئے اپنی اس خیبت کو بدلت کا اعلان کر کر کے کہیں اور پڑھ جائیں۔ اسلامی حکومت ان کو زبردستی روکنے والی کمال ضبط کرنے کی حقدار نہیں۔ حالانکہ خود اسلامی حکومت کو یہ اختیار خالی نہیں ہے کہ بھی بھی اُس ذمہ داری کا جواہری گردان سے آثار پھیکے جو اس سے ذمیوں بلے میں لی ہے۔

چھٹا حق یہ ہے کہ ذمی چاہئے کتنا ہی بڑا جرم ہے اسکے جیشیت بہر حال برقرار رہتی ہے۔ یعنی اس کے تحفظ اور اس کے ساتھ انصاف کرنے کا جو ہمدرد مسلمانوں کے ذمہ ہے وہ نہیں ٹوٹتا۔ یہاں تک کہ وہ کسی مسلمان کو قتل کر دے اسکی سبلے سے زنا کر لے، جزیر دینا بہذ کر دے، حد ہے کہ وہ سپہی اسلام کی شان میں گستاخی بھی کرے تو کسی مسلمان کو حق نہیں ہے کہ قانون کو پہنچنے سے کامقاوم پر اُتر آئے بلکہ اس کے ساتھ اسلامی قانون وہی طرز عمل ہوتے کہ کوئی مسلمان کے ساتھ ان جرم کی سبلے میں برداشت۔ بتائیجے کوئی ٹھکانا نہیں ہے اسلام کی اس دریادی اور عدل کا۔

ساتوں حق یہ ہے کہ ذمیوں کے پرستی لا رہیں کیوں نہیں اور مغل اندمازی نہیں کی جائے گی۔ ان کے شخصی اور زمیں کی مسائل ایھی کی شریعت اور عقائد کے مطابق فصل ہوں گے۔ اسلام اپنا قانون ان پر نہیں چلاتے گا۔ یہاں تک کہ جو افعال اسلام میں

پھر لگایاں لئے جاتا ہے کہ ان کی حریفیاں نہ میرگریں ب فقط طاقت کے باوے سے بیند ہوئی ہیں ورنہ اپنے بن بھر وہ اسلام دشمنی کا انتباہرہ کرتے رہے ہیں۔ مغلوب و جیجوں ہو رہے ہیں کے بعد بھی وہ اسلامی اسٹیٹ کی نظر پا تی نیا دو سے متفق نہیں بلکہ ہلم بکھلا اس سے متصادم عقائد و نظریات پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کا طرز عمل صفات بتارہا ہے کہ جب بھی ایھیں موقع ملے گا وہ بغاوت سے دریغ نہیں کریں گے۔ ان کے بالے میں یہ تصویر کرنا کہ جزیر اٹھائیں سے مائل بر اسلام ہو جائیں لے کھن خوش خیالی ہے۔ اگر مالی رحمایت ان کے خلافات پر اثر انداز ہو سکی تو جزیر معاف کردینے کے مقابلے میں یہ رحمایت تو بہت بڑی بھی کہ ان سے ان کی زمینیں بیند چھٹی گئیں حالانکہ وہ ہمکہ خدا تک دشمنی کا ثبوت پیش کر رہے تھے اور پھر فوجی قوت نے ایھیں بالکل ہی میں بس کر دیا تھا۔ ایسی حالت میں زمینیں کا اٹھی کے قبضے میں چھوڑ دینا ایسی فاشی بھی کہ جزیر معاف کر دینا تو اس کے مقابلے میں پچھو بھی نہیں۔

اب تھرائی بھی ہیں لیجی کہ اسلامی نظریہ کا عالمیہ دشمن ہونے کے باوجود ایھیں جزیر کے مقابلہ اسلام حقوق کیا دیتا ہے۔

پہلا حق یہ ہے کہ ہر ذمی کی حان کی قیمت مسلمان ہی کی جان کے برابر ہے۔ کوئی مسلمان کسی ذمی کو مارڈالے تو اسلامی عدالت اس کے ساتھ دہی معاملہ کرے گی جو کسی مسلمان کو مارڈالنے کی صورت میں کرتی۔

دوسرا حق یہ ہے کہ قانون تعزیریات میں مسلمان اور ذمی کے مابین کوئی نسق نہیں۔ یہاں ہم تماشاہیں کہ کالانگرڈ اگر سید قائم امریکن خود نے زنا کرے تو کھاکی پر چڑھا دیا جائے مگر سید قائم امریکن کا کافی میگر دعوت سے زنا بآجھر کرے تو مشکل سے چینے دو چینے کی قید بھگت کر پختہ ہو جائے۔ یہاں جو جسرا کسی جرکے خواہ دہ مسلمان ہو یا ذمی، کسی حورت سے خواہ دہ ذمیہ ہو یا مسلم زنا کرنے کی

اسٹیٹ پر حملہ کرنے والوں کے قویوں نے دبیر فوجی ذمہ دار ایاں ہائی ہو جائیں گی اور مسلمانی حکومت بوقت ضرورت لازمی فوجی بھرتی کا بھی قانون نافذ کر سکے گی میکن ذمی اس قانون سے مستثناء رہیں گے اور اخین ہرگز محصور نہیں کیا جائے گا لہجہ حکومت کے زیر صایہ وہ امن و تختلط کی ذمی گذاری ہے ہیں اسے حملہ اور سے بچانے کیلئے مسلمانوں کے دش بدوش اپنا خون بھائیں۔

فرائیتے۔ اسٹیٹ کی نظریاتی اور اسلامی اقدام سے علائیہ شدید اختلاف برکھنے والوں اور بھی تمہارم نظریاً و کردار پر قائم رہنے والوں کو دیں کا کوئی آئین اس سے طرف کرو کر تو کیا اس کے برابر ہی حقوق عطا کر لیں ہو پھر بھی الگ لفظ جزیرے سے طرف ہے تو مریضانہ نازک راجح کل ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔

اس قصیل سے آپنے یہ بھی سمجھ لیا ہو گا کہ اگر اس طرح کمیٹر کر جو وجہ سے کوئی ملک آزاد ہوا ہو جیسی ہندوستان میں کی گئی اور اس کے تیتجے میں اسلامی حکومت قائم ہو گئی ہو تو جزیرہ کا سیال خارج از بحث ہے۔ اسی طرح پاکستان میں غیر مسلموں پر حرب ہیں لگایا ہاں کتنا چاہئے وہاں سلامی حکومت بن ہی جائے۔ وہاں کے غیر مسلم مذمی ہیں مسلمان۔ تاہم اس بحث میں جانا ہیاں غرضِ دری ہے جب کہ اصل سوالات کے جوابات پورے ہو چکے ہیں۔

اہل حدیث اور فقہاء

اس عنوان سوال کو آپ پھیلے تخلی میں بھی بھیکیں اک کے تحت دیکھ چکے۔ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اگلی فرست میں باقی دُنیوں "برگفتگو" کریں گے۔ اب دیکھ دو گوئے مرکز تو ہیں۔ اخیں الگ چھپے ماہ لقل کیا جا چکا ہے لیکن احتیاطاً چھپ لفڑ کرستے ہیں تاکہ کمزور حافظہ والوں کو پھیلا شمارہ نہ دیکھنا پڑے۔

صبورت پر تھی کہ راججوں کے تھیں احمد صاحب نے ایک اہل حدیث بزرگ کی کتاب "حقیقت الفقہ" فخرِ حقیقی کے

حرام ہیوں مگر میوں کے نہ ہیں جائز ہیں وہ ذمی حضرت اپنی بیسوں اور ٹھکانوں میں کرنے کے لئے قطعی آزاد ہیں گے۔ آٹھواں حق یہ ہے کہ ان کی کسی بھی عادت گاہ سے تعزیز نہیں کیا جائے گا اور وہ اپنی پسند کے مطابق عبادات میں آزاد ہوں گے۔

نوواں حق یہ ہے کہ وہ مناسب ملکوں پر نئے عبادتِ نجاست تعمیر کرنے کے بھی جائز ہوں گے اور اپنے مذہبی شعائر کا اعلاء کر سکیں گے۔

دوسرے حق یہ ہے کہ ان پر ایک طرف جزیرے کے تعین میں نرمی اور آسانی کا لحاظ رکھا جائے گا۔ دوسرا طرف سکی وصولی میں بھی سخت لگری ہیں کی جائے گی۔ نہ کوئی پیسا ان کی حقیقی مقدرات سے بڑھ کر وصول کیا جائے گا۔ ہماں تک کہ جزیرہ کی خاطران کے مال ہائی اور غیرہ کو بھی تباہ نہیں کیا جاسکتا۔ ان کے موبائل نہیں پہنچ سکتے۔ جزیرے سے باوجود استطاعت کے گزیرے کی صورت میں اسلام نے حقیقی بھی قدر ان کے خلاف ردار کھی ہے وہ اس سے لفڑاں لہرے جو آج تک ٹیکس ادا نہ کرنے والوں کے خلاف حکومتیں روکھتی ہیں۔

کارہوں حق یہ ہے کہ جزیرے میں مدد و رہی کے قابل شر ہیں یا تو بھی وجہ سے فقر و احتیاج کی منزل میں پہنچ جائیں ان سے جزوی لینا تو کیا ان کے لئے پیش مقرر کرنا اسلامی حکومت کا فرض ہو گا۔

پارہوں حق یہ ہے کہ کوئی زمیں الگ جزیرے کی دا جب شدہ رقم ادا کئے بغیر فوت ہو جائے تو یہ رقم نہ قوام کے نزدیک میں سے لی جائے گی مذاق کے ورثا کو ادا کی کا ذمہ دار قرار دیا جائے گا۔

تیرہوں حق یہ ہے کہ اموال تجارت کے معاملہ میں وہ اصولاً مسلمانوں ہی سچ پر رکھ جائیں گے۔ یعنی ڈیپٹ اور محسول وغیرہ کا قانون میں کے لئے میکس ہو گا۔

تیرہوں۔ اور معرفت الارادہ حق یہ کہ وہ فوجی خواستہ بڑیِ الذمہ ہوں گے۔ اگر کوئی ملک۔ چاہے وہ اپنی ذمیوں کا ہم زہب ہو یا کسی اور ذمہ ہب کا پیرو۔ اسلامی

جانشہ بکھرائے آفاصی اللہ طیب وسلم اسے خرق سے پیا کرتے ہیں۔ مشکلہ باپ لتفیع والہ نبیذہ حمول کر دیکھئے اکب کو متعدد حماریں اس کے ثبوت میں ملیں گی۔ پہلی ہی روایت میں حضرت انس اپنے پیارے کے بالے میں خروز سرست کے ساتھ فرماتے ہیں کہ:-

”بھی بیڑا وہ پال رہے ہیں سے میں نے رسول اللہؐ کو خوبی، نبیذہ، پانی اور درودہ پانے کی صفائح میں“
صلی اللہ علیہ وسلم کی ”رسانی اہ مسلم“

دوسری روایت حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں:-

”هم رسول اللہؐ کے لئے بعدہ تیار کریتے تھا ایک مشکل میں۔ اس مشکل کا انہوں بندا کر دیا جاتا اور اس کا ایک بہترین شیخ کی طرف بھی تھا صبح کی الی ہوتی بہتہ حضور رات کو پہنچنے اور راست کی صبح کو۔“ (مسلم)

تیسرا روایت حضرت ابن عباس کی ہے جس میں ذکر ہے کہ ایک بیہدہ کو حضور میں دن تک پیار کرتے تھے۔ پھر بھی الگ وہ ختم نہ ہوتی تو خادم کو دیدیتے پا چکنکا کر دیتے۔ اماً نزوی جسی اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ میں روز کے بعد چونکہ بیہدہ میں جوش کی کیفیت پیدا ہوئے کا قوی انہیں کان ہوتا ہے جو شک کی جڑ ہے اسی لئے حضور احتیاط اسے پھٹکو کر دیتے۔ اس امرکان جس بار قوی نہ ہوتا خادم کو دیدیتے۔ خود پھر بھی نہ پہنچتے۔ یہ احتیاط و لقوی کا درج تھا۔

الحاصل ہر طبقاً حاکم اسلام جانتا ہے۔ اور اہل حدیث بزرگ تو خوب ہی جانتے ہیں گے کہ بیہدہ شراب کو نہیں کہتے۔ بیہدہ ایک شرست ہے جسے خلاصہ کا نبات آفاسے دیجاں گے کے لمبائی میں اور حلقوم مبارک کے لمس کا شرف حاصل رہا ہے۔ وہ اُس پاک معنے تک پہنچا ہے جہاں بھی کسی حرام و مکروہ جیزیر کی پہنچ مکن ہی نہ تھی۔ پھر فرمادی تابعین اور نیج تابعین تک اس کا روایج رہا۔ وہ بیہدہ پی تو نہیں جسے حضرت عمرؓ کے بیٹے نے پیا تھا اور پھر اسلام کے نادان دستول

تین ایسے مسئلے نقل کئے تھے جو ان بزرگ نے فتح حقی کی تفصیل کے تخفیف کی خاطر درج کتاب فرائیں ہیں پہلے مسئلے کا تجزیہ یہ کہ سُمْ دَكْلَهُ حَلْكَهُ کے معقولیت فقہاء ہی کی تائید کرتی ہے اور جو لوگ فقہاء کو رسوا کرنا حاجت ہے ہیں وہ قسم و تفہم کی گمراہیوں سے ناشتا اور صرف نکاحی سے محروم ہیں۔ اب باقی دو مسئللوں کا حال دیکھئے۔

مسئلہ نمبر ۶ یہ ہے چنان:-

”جس نے مسراجے ۹ پیالے پیے اور زشر ہیں ہوا پھر دسوائیں پالیہ پیا تو نہ ہوا تو یہ دسوائیں پالیہ حرام ہے پہلے کے ۹ نہیں (حوالہ درختار جلد علی مصطفیٰ ۲۶۷)“ اسے پڑھکر بھائی کم علم اور سادہ لوح خوم کی طاہر ہے یعنی بھائی اپنے کو فقہاء تو عجیب بد مانع تھے کیسے کیسے لغو نہوئے یعنی کر کر ہیں اور کس طرح ربی احکام کا تحمل بنایا تھا لیکن کیا حقیقت بھی ہی ہے؟

آپؐ کو شکر کر تھیب ہو گا کہ ہم ان اہل حدیث بزرگ نے کوتاہ نظری کے علاوہ بد دیانتی بھی برقرار ہے۔ (الی) بد دیانتی جو بالکل صریح ہے۔ لکھتے رجح کی بات ہے کہ احمدی عناد تھسب کی رو میں بخاتمت مشکل پر اُن راستے اور خوب دین کے نام پر ٹھہرا شیطان کی خدمت انجام دے۔

طاہر تھجی کر درختار کی جس عبارت کو اور دکا جاہ پہنچ کر پوچھنے کی سان پر جڑ ٹھاگیا ہے وہ ۹ لمحیں ہیں گیا۔ قال في مُنْيَةِ الْمُفْتَنِ شَرِبُ تَسْعَةِ اَفْلَاحِ مِنْ عَذِيدِ النَّهَرِ فَادْرَأَهُمْ مُحَدَّدٍ۔

موئی انکروالے بھی دیکھ سکتے ہیں کہ عبارت میں خرب کا نہیں بسید النہر کا ذکر ہے۔ بسید اس پانی کو کہتے ہیں جسیں بھجوں پانی کو رکھ دیتے جائیں تاکہ ان کے افراد سے پیریانی شربت کی شکل اختیار کر لے۔

بیہدہ کا معاملہ یہ ہے کہ اسے اگر پکالا جائیا بھجو ریا اسکو اس میں دیرینک پڑے رہیں تو اس میں شرب کرنا بوجاتا ہے۔ لہذا نہ آوری کے مرحلے میں پھٹکو وہ شراب کی طرح حرام فشار پاتی ہے لیکن اس حر طبلے سے قبل وہ نہ صرف

نہیں دی جائے گی جو مشرابیوں کے لئے مخصوص ہے تو یہ بھی صینی محکومیت ہے۔ محلی بات ہے کہ نہیں بینے والا مکان مشروب پی رہا تھا۔ اس کی نیت نہ شہزادی کی نہیں تھی۔ دسویں یا پانچویں کلاس پر اگر شخص پیدا ہو ہی گیا تو اسے شوہی شہرت نہیں گئے۔ حد اُن جو احمد پر حاری ہوتی ہے جن کا ارتکاب قصہ و شور کے ساتھ کیا گیا ہو۔ بلا تصدی محض سہواد اتفاق کے تحت کسی شخص کا جرم سے ملوث ہو جانا تغیری کا مستوجب توبہ سکتا ہے حد کا نہیں۔ اہل حدیث نزدِ الْحَدَّ اور تغیری پر اجزاء مدعے میں کمیابی عمل کے تحت نہ شہزاد اور ابخارات پیدا کر دیں۔ فقہاء ایسے ہی امکانات دو اعماں پر آئنیں زاویہ لظر سے خود روشن کر رہے ہیں۔

ہر شخص انصاف کرے کہ تبیین کی جگہ شواب کا فقط رکھدیتے داسے کو دیانت: ارکیس گے یا خائن؟ عادل کیس گے یا ظالم؟۔ تغیری پر اہر کتاب نقیمیں یہ صراحت موجود ہے کہ جب شرب کو اصطلاحاً "شواب" کہا جاتا ہے اس کا تو ایک قطرہ بھی حرّم ہے چاہے اس کے پیشے والے نہ شہزاد ہو۔ رہی تبیین تو وہ مشراب ہے، ہی نہیں پھر اعتراض کے کیا معنی؟۔

مسئلہ تبیین ہے یہ ہے کہ:-

"جو نگانہ تاکرے تو حد نہیں، الگی خدا اقرار کرے خواہ گواہ بھی لگ رہا گی۔"

ہم لئے ہیں کہ یہ فقہی راستے و دختر میں موجود ہے لیکن مسلم ہم ناچاہیے کہ اس کی حیثیت مسلمہ قانون کی نہیں ہے اسی لئے فقہ فہنی کی دوسری کتابوں میں بہت ہی شاذ اس کا تذکرہ ہے گا۔ المیسوط جمیعی فصل نتاب میں ہی اسکی حیثیت قانون ہے، یا ان نہیں کیا گیا اور جو ہائی تکمیلی علم ہے تا افہمیت احتجان اس پر اتفاق بھی نہیں ہیں بلکہ بعض ہی فقہاء اس کا قول کر رہے ہیں۔

لگ کر گئے کرنے ہیں۔ کیا ان کا یہ تفہیق اصولِ ثابت سے متصاد ہے۔ کیا ان سے کوئی فاحش غلطی ہوتی ہے؟

نے اسے مشراب نوشی کے افسانے میں بدل دیا۔ ہو سکتا ہے نہیں کاردا ج آج بھی عرب ہیں ہیں۔ بہ حال نہیں دیک ایسا شرب ہے جو بالذات نہ شہزاد اور نہیں الگی اس میں یہ صلاحیت ضرور موجود ہے کہ آج پاکیزادہ وقت گزر جلتے کے باعث نہ شہزاد بن جائے۔ اب یہ بات میں ممکن ہے، اور واقع بھی ہوتی رہی ہے کہ ایک شخص نہیں پر تھوکر پتے کروہ ابھی تک نہ شہزاد نہیں ہوتی ہے مگر حقیقتاً اس میں کچھ نہ شہزاد ہو چکا ہے۔ یادوں اتنی زیادہ مقدار میں یہی جانے کے پیشہ کے تغیری پر اجزاء مدعے میں کمیابی عمل کے تحت نہ شہزاد اور ابخارات پیدا کر دیں۔ فقہاء ایسے ہی امکانات دو اعماں پر آئنیں زاویہ لظر سے خود روشن کر رہے ہیں۔

ذرا اُس شخص کے ایمان دویافت کا حال دریکھئے جو بس ذکی جگہ مشراب کا لفظ رکھ رہا تھا اور عزمِ الناس کو یہ غلط تنا خر دیتا ہے کہ فقہاء کے نزدیک مشراب بس اسی وقت حرام ہوتی ہے جب پیشے والے کو نہ شہزاد ہو جائے اور نہیں کی صورت وہ اسے حلال قرار دیتے ہیں چاہے جام پر جام ہی کبھی نہ لذٹھائے جائیں۔ آپ سوچیے۔ جس مشرب کو حصہ نہ شوق سے پیا ہو کیا کسی علام کو حرجات ہو سکتی ہے کہ اسے حرام قرار دے۔ عیاذًا باللہ۔ ایسا کہنا تو کفر ہو جائے تبیینِ حرام مسلمانوں کے نزدیک حلال و طیب ہے صرف نہ شہزادی کی صلاحیت سے معززی ہے۔ ایک شخص کلاس پر گلاس پیتے جا رہا ہے مگر نہ شہزاد نہیں ہوا تو کیا فقہاء کو کہنا چاہئے کہ اسے حرام کر رہا ہے؟۔ نہ شہزاد اور سویں کلاس پر میدا ہوتا ہے تو حرام یہ دسویں ہی کلاس توار پاٹے گا۔ پہلے تو حرام نہیں کہلائیں گے کیونکہ یہ تو وہی تھے جن کو خود شایع ملدار امام نے شوق پیا ہے۔ اکھیں حرام کہنے کا مطلب یہ ہو گا کہ حرام نہ شوچ کے ساتھ سے استعمال کرتے رہئے کا ناپال الزام نفوذ بالشہزاداتے د جہاں پر بھی عائد کردیا جائے۔ تو یہ۔ الہی بزار بزار پر پھر فقہاء یہ جو کہتے ہیں کہ دسویں نہ شہزاد اور گلاس پر باوجود حرمات کے حد نہیں لگائی جائے گی یعنی وہ سڑا

”کیا تم نے اس سے ہم بستری کی؟“

”جی ہاں۔“

معاملہ ختم ہو چکا تھا مگر حضور الفاظ بدکلر پوچھتے ہیں۔

”کیا تم نے اس سے مہا شرت کی؟“

”جی ہاں۔“

اب بھی خدا کا رسول فیصلہ نہیں دیتا۔ سوال کیا جاتا ہے:-

”کیا تم نے اس سے جماعت کی؟“

”جی ہاں۔“

دیکھا آئی۔ اعتراف زنا تو صرخ دیکھ کر تھا، ای پھر بستری مہا شرت اور جماعت میں کوشال قبطا ایسا ہے جس کا مفہوم دھرم دان اس موقع پر شتر بر ابراہیم کا عمل رہا ہے۔ مگر اللہ کا رسول فیصلے میں متأمل ہے وہ ایک تاک و نادم مسلمان کو خدا شرعی کی گرفت سے باہر رکھنے کی خواہش میں ایک ہی بات کو الفاظ بدبل کر رکھتا ہے کہ شاید اب تھی معرفت اپنے اعتراف سے ہڑٹ چلتے۔ حد پوری تکرہ تینوں صرخ الفاظ پر بھی حضور نے میں نہیں کی بلکہ چوہنی بار سوال کرتے ہوئے ایک ایسا لفظ استعمال فرمایا جو زبان عربی میں فقط اور نقط قلع جنسی بھی کے لئے مستعمل ہے۔ یہ حضور کی حیات مبارک میں غالباً پہلا اور آخری موقع تھا کہ ایک شخص لفظ آپ کی پاکیزہ زبان پر آیا۔ صدقے اس شان رحمت درافت کے۔ معاملہ ایک اسلامی جان کا تھا جس اسی لئے نہ جائے لکھنی ذہنی و روحانی کوست برداشت کر کے ہوئے میکر عفت و حیانے خش لفظ کا استعمال کرنے کی تخلیف اٹھائی۔

گرا عزیز تو سچ چج پاک، ہی ہونا چاہتے تھے۔ اب بھی یہی بواب دیا کہ ماں لے اللہ کے رسول کے رسول میں نے اسی فعل کا ارتکاب کیا ہے۔

روح پیغمبر اب بھی بے چین ہے۔ سوال ہوتا ہے:-
”لئے اخراج کیا یہ فعل تو نے اس حالت کیا کہ تیری وہ

ہو گئی ہے۔ ہم کہیں مجے کہ ان کا یہ تفہیقہ تو وحی شریعت سے ہم آہنگ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام کو سے نہایت قریب تر ہے۔ البته اس سمجھتے تھے خاصی ذرا سرت اور بالغ نظری سے کام لینا ہوگا۔ آئیے ہم آپ کو دو واقعہ سنائیں۔

ذوہ بیمار کیں ایک قسم جوان تھے اخرين الک اسلمی۔ وہ ناکری سمجھ کر تو پیچے گزر پھیری سریش اور خدا ب آخرت کے خوف نے ان کا رہنی سکون چھین لیا۔ اسی دو نہیں ایک حمد نے ایکیں شورہ دیا کہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر پیٹے گناہ کی اطلاع دید و بعد نہیں کہ وہ تھمارے لئے متعفہ کی دعا فراہیں۔ ماعزِ سید نبوی میں پیچے اور حضور سے بوضیع کیا کہ جو سے زنا سرزد ہو گیا ہے مجھے پاک کر دیجئے۔

حضور نے ان کی طرف سے اُرخ پھیر لیا اور فرمایا۔

”افسوس ہے جھپر۔ اسے جلا جا اور اس سے اپنے گناہ کی معافی مانگ۔“

ماوز نے پھر اپنا اعتراف دہر لیا، آپ نے پھر اُرخ پھر لیا۔ ماعز نے بسیری حرثیہ لگاڑش کی اس بار بھی حضور نے روشن اور کو دسری طرف کر لیا۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ ماعز سے کہتے ہیں کہ یاد رکھ اگر اب چوہنی بار بھی تو نے اعتراف دہر لایا تو اللہ کے رسول مجھے سلما کر مادیں گے۔

یکن ماوز پر توندا مت اور خود عذاب کا جزء طاری تھا اکھوں نے جو ہنی بار بھی اپنی بات دہر لی ہی اب حضور ان کی طرف مخفہ کرتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے ”لے ماعز! تم نے شاید پوس و کنار کیا ہوگا۔ یا شد چھڑ چھاڑ تکہ یہ نوبت رہی ہوگی۔ یا بھری نگاہ دھلتے پر بات حتم ہو گئی ہوگی۔“

ماوز یوں لے:-

”ہیں اے اللہ کے رسول! مجھے سے زنا ہی کا ارشاد پڑو گے۔“

اب بھی حضور ستر کا فیصلہ نہیں فرماتے۔ ارشاد ہوتا ہے:-

لیکن یہ احتجاج اب بعد از وقت تھا۔ مرنے کے رحم پوری ہوئی اور باعزم ہلاک ہو گئے۔ اب جو حضورؐ کو ماعز شے آخری کلمات کی اطاعت ملتی ہے تو دلرسی کے ساتھ فرماتے ہیں:-

”لئے لوگو تم نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا۔ تم اسے میرے پاس کیوں نہ لے آئے۔ شاید کہ وہ تو بہ کرتا اور اللہ رَوْفَ وَ حِيمَ اس کی توبہ قبول فریلاندا۔“

اس دلائے کی تمام تفصیلات پر نقہہ ان نظریں ڈالنے اور انصاف فرمائیے کہ اس دلائے استفادہ کرتے ہوئے اگر بعض فقہاء نے حد زنا کے سلسلے میں اپنی ایسے بالغ عاقل اور خوار ہونے کے ساتھ مانع ”ناطق“ ہونے کی بھی قید لگادی تو کیا اسوہ رسولؐ کا اتباع کیا یا خلافت؟ آپ دیکھ رہے ہیں ماعز صاف معاً اعزاز جرم کر رہے ہیں مگر متن بار کے اعزاز کو تو حضورؐ لائق النقاد ہی نہیں بھتتے۔ چوتھی بار اعزاز ہوتا ہے تو حضورؐ جس پر جرح کرتے ہیں۔ اسی جرح جس کی وجہ غیر ہم جواب دہی ”ناطق“ ہی کہ مسلمان ہے تو نکا نہیں کر سکتا۔

دوسراؤ اقتداء قبیلہ غامدی ایک عورت کا ہے۔ وہ زنا سے حاملہ تھی۔ گوایا بیویت زنا آنکھوں کے سامنے تھا حضورؐ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر چار مرتبہ اعزاز جرم کرتی ہے۔

حضورؐ پہلے اعزاز پر وہی فرماتے ہیں جو اعزاز سے فرمایا تھا۔ ویجھت ارجمنی فاستغفری اللہ و قوبی اللہ وہ کہتی ہے:-

”یار رسول اللہ ایک آپ مجھے ماعز کی طرح مانا چاہتے ہیں؟ میرا یہ حمل تو زنا ہی کا حمل ہے۔“

اب زیادہ جرم کی گنجائش کیا ہے جبکہ جملہ ثبوت سامنے ہی موجود تھا۔ حضورؐ نے فرمایا:-

”اچھا۔ بھی تو اپس جا۔ جب والارت چوں میں نہ لیٹ گئی۔ پھر مجھے پیدا ہو چکا تو مجھے سمسمت

چیز اس عورت کی اس چیز میں غائب ہو گئی ہے؟“
اعز شرم سار ہجھی میں جواب دیتے ہیں۔ ”ہاں یا رسول اللہ۔“

حضورؐ پھر سوال کرتے ہیں۔ ”کیا اس حد نک کر جیسے صفائی میں صرمہ دایی اور کتوں میں رتی؟“

”جی ہاں۔“
”اے اللہ کے بندے۔ کیا تو جانتا ہے زنا کے بکھرے ہیں؟“

”جی ہاں۔“ میں نے اس سے حرام طور پر دیکھ لیا جو شوہر اپنی بیوی کے ساتھ ملال طور پر کرتا ہے۔

”کیا شیری شادی ہو چکی ہے؟“
”جی ہاں۔“

”ترٹے میں تو نہیں ہے؟“
”نہیں۔“

ایک صاحب نے اٹھ کر ماعز کا مٹھ سر ٹھاکر کہیں شراب تو نہیں پی رکھی۔ مگر وہ اس شراب کیا ہے؟ حضورؐ نے فصلہ اسی بھی نہیں دیا۔ ماعز کے محلے والوں سے حقیقت کی کہ اس کی عقل میں کچھ فتوڑ تو نہیں ہے۔ اس پر بھی دیا ہجھی کے اثرات تو طاری نہیں ہوتے۔ لیکن جواب ملک نہیں۔ اسے بھی حالت جزوں میں نہیں دیکھا گیا یہ تو فتح الرحمن الرانع ہے۔

اب کوئی راستہ سوائے سزادینے کا نہیں تھا۔ حضورؐ نے سنتگاری کا فیصلہ ہمار در فرمایا۔ مگر حضورؐ ہی آپ ملوں ہی تھے۔ چنانچہ ٹپسے درد کے ساتھ ان صاحبے فرماتے ہیں جنہوں نے ماعز کو اعزاز جرم کا مشمولہ دیا تھا دوسترنہ بشویاں کا ان خیر الک دکاش تم نے ماعز کی پردہ یو خی کی پڑتی تو یہ تھا شلنے بہر ہوتا۔

اُنکے سینے۔ شہر سے باہر بیجا کر ماعز پر جب مرنے کا فنا ہوا تو ماعز لوٹے۔ ”مجھے رسول اللہ کے پاس لے چلو مجھے میرے قبیلے والوں نے فروادا۔ انہوں نے یقین دل تھا کہ رسول اللہ مجھے ہلاک نہیں کروں گے۔“

حاضر ہوئی۔

"لیجے اب مجھے پا کر دیجے۔"

"نہیں"

"دودہ پا۔ جب دودہ چھوٹ جائے تب آئیو۔"

"دودہ چھوٹ کے بعد جب وہ آتی ہے اور روٹی کا ایک

مکڑا بھی ساتھ ہی لیکر آتی ہے۔ پھر یہ مکڑا بچے کو گھلائے تھا۔

کرتی ہے کہ واقعہ اس کا دودہ چھوٹ چکارے تب حضور

بچے کو ایک صاحب کی پرورش میں نہ کر حسد کا فیصلہ فرما دیا۔

اس دلنشیز سے بھی اسی خیال کی تقویت ملی کہ حسد کا

ستون جب ہنسنے کے لئے شرائی یا زانیہ کا "نماٹن" ہوتا

ہزرو دی ہے۔ قوت گویائی سے حرم ہونے کی صورت

میں افرار و اعتراض (بہام و اشتباہ) سے حد فی صد

سرملی نہیں ہو سکتا اور جرخ کی جواب دی جیسی ریب و شک

کے غبار سے آکر دی ہی ہے لیکنکہ اشاروں تک حردود ہو۔

اگر جوں شہزادوں کے ذریعہ ثابت ہو تب بھی جسم کا

گونگاپن بہر حال ایک ایسا نقص ہے جس کی موجودگی میں اسے

اپنی صفائی کا اتنا موقع حاصل نہیں جتنا کسی ناطق کو ہو سکتا ہے

بھی ناکر سافر قہر ہے جس کی وجہ سے بعض نفہار حذر زنا کیلئے

"نطاق" کو آئینی شرودھر میں داخل کیتے ہیں اور گونگا مسنا

قرار داتا ہے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے ہیں کہ بار بار اقرار دننا

کے باوجود جوں پر صحیح جاری ہے۔ جو جبھی اسی کرذنا کے

سوائی بھی مسئلہ ہیں اس کی کوئی نظر نہیں۔ بخوبی گونگا ہوتا تو

جواب کہاں سے دیتا۔ اشاروں میں دیا ہوا جواب تاریخ

یعنی اور دلوں کی پورستا جس کی حروفت اسوہ رسول

سے متربع ہے۔ پھر بھل افقار اکیوں نہیں تھے آقا اور شارع

علیہ السلام کی پروردی میں گوئے اور ناطق کے فرق کو کم سے کم حد

زنکے سلسلے میں تابیں لیا گا جھیں۔

لیکن یہ مطلب ہرگز نہیں کہ گونگا نانی ہر سزا سے بچ گی۔

— لفڑکو صرف حدیں ہے تعزیر میں نہیں۔ تعزیر کے طور پر

تو گونگے زانی کو قید و غیرہ کیلئے اصرار دی جائے گی۔ حد کا

معاملہ سخت ہے اور بال برابر کجاں، بھی اس کی راہ میں حائل

ہو سکتی ہے۔

ویسے چاٹنک راقم الحروف کی ذاتی رائے کا اعلان ہے۔

بھی باتیں ہے کہ گونگکے استشار پر صحیح صدر نہیں ہو سکا۔

شرح صدر سے مراد یہ ہے کہ جن فقہاء نے یہ استشار لیکی ہے ان

کی رائے کی محنت پر تھیں اتنا دوقہ نہیں کہ شدید سے تائید

کر سکیں۔ عین مکن ہے ان کے اجتہاد نے خطا کھانی ہے۔ مگر

اجتہادی خطایں تو بشریت کا طرہ امتیاز ہیں۔ وہ الحقوق

او خوابط کے دائے میں ہیں تو ان پر ملامت کی پر جانا

اور انہیں گھٹیاً احمد کے پر دیکھنے کے کام صورع میانا سمجھہ اہل

علم کا کام نہیں۔ پھروروں اور حکم خلوف کا وظیر ہے۔ الهم خذلہ

نہیں امید ہے کہ ہماری ان معروضات سے قارئین کو

پورا انداز ہو گیا ہے کہ قہبہ کے خلاف اہل حدیث کا جائزہ

رویہ کیا تو جب رکھتا ہے اور قہبہ سلطے کے مقابلے میں گھرائی اور

چھکلے کے مقابلے میں مخزوک اہمیت دیتے ہی کے باعث ان لوگوں

کے نزدیک سلطون ہو گئے ہیں جو گھرائی میں اُترنے اور منٹک

پہنچنے کی تاب دنوں نہیں رکھتے۔

اللہ اور رسول کے حساب

سوال ۱:- از زور الدین۔ حلیم بہرائی۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس سلسلہ میں کو ایک شخص

جو کافی پڑھا لکھا اور قابل ہے، لیکن وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے نظر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذرۃ ناچیز تھے یا اللہ

کے نزدیک ذرۃ ناچیز تھے۔ یا اللہ کے رب کے عقب بلیں

ذرۃ ناچیز تھے۔ اس طرح کے خیال رکھتے والے کو کو الف قرآن

حدیث کیا ہما جا سکتا ہے؟ بذریعہ تمام مطلع فرمادیں نہیں

ہزرو دی ہے۔

اجواب ۱:-

ویسے تو تھوڑا جواب ہے کہ نقل فرمودہ فتنوں کی

قالی جو مفہوم پیش کرنا چاہتا ہے وہ امر واقعہ اور عقینہ

صحیح کی حیثیت سے بالکل درست ہے۔ لیکن الفاظ کا انتہا

اس سے بہر ہونا چاہئے تھا۔

جا سکتی ہے اور کی جا رہی ہے۔ تو اس ذات و اجنب الموجود خالق کائنات، قاطر السواد والادعن کا معاملہ کیا پڑھا جسکی تدبیت و قوت لا انہما ہے، بے کنار و سی پایاں ہے۔ قطبی بات ہے کہ مخلوقات کا ہر فرد۔ چاہے وہ دیگر افراد کے مقابلے میں کتنی بھی زیادہ قوت و اختیار کا مالک ہو۔ بلکہ کے مقابلے میں یکساں طور پر عاجز و درمانہ اور محاج و دینا فرار اپنیگا۔ عاجز و درکا کوئی مقابلہ نہیں۔ سمندر حالانکہ لا محود نہیں ہے پھر بھی کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ سمندر کے مقابلے میں بالظی بھر پانی کو کٹوڑہ بھریا تیسے زیادہ اہمیت حاصل ہوگی۔ کٹوڑہ بالظی، مشکل انکی بیظروفت باہم تو ایک دوسرے سے بڑے چھوٹے ہیں اور ان میں آئے والے پانی کی مقداروں میں کافی فرق تھا۔ پہلے یکس سمندر کے مقابلے میں ان کا فرق ناقابل لمحاظ ہو جاتا ہے۔ مقدار انکی جو نسبت ایک کٹوڑہ پانی کو بھر دخوار کے پانی سے حاصل ہے تقریباً وہی نسبت تکی جو پانی کی بھری ہے۔ تقریباً اسی کہاںکہ سمندر بہر حال عاجز و درمانہ اور ریاضی کی کنج کاوی سے دو نوں نسبتوں میں بہر حال بچھے فرق تابت کیا جا سکتے ہیں مگر خدا کی قدر و قوت تو واضح ودھے۔ وہاں "تقریباً" کی بھی بکھاش نہیں نظر ہوں یا جتنہ اولیاء ہوں یا پیغمبر۔ جسے جتنا بھی مکال اور زور و قوت پیرا کیا ہے رب خدا کی عطا ہے اور خدا کے مقابلے میں تمام مخلوق کی بھجوئی قوت و استعداد بھی ایک صفر سے زیادہ بچھے نہیں ہے۔ اہنہا وہی انبیاء و مخلوق کے بالمقابل لاجاپ سرف و مرتبہ کے صرایہ دار ہیں اللہ کے بالمقابل استھی ہی ما جزو ہے اختیار کہہ لائیں گے جتنا کوئی بھی اوپر شرحتی کیا تھا۔ کے سردار خاتم الرسل، "اسست الابر اور بھی یکساں طور پر عاجز و محتاج لمنے جائیں گے۔ بات پھر اسی نوع کی ہے جیسے نیا وی حکومتوں میں لازمیں کو مختلف مناصب سونپے جاتے ہیں۔" کوئی پیچرا سی ہے کوئی ٹکر۔ کوئی تھانیدار ہے کوئی کلکٹر یہ سب قوت و اختیار میں توظا ہر ہے کہ ایک دوسرے سے کتنا بہر نہیں مگر وہ حکومت کے مقابلے میں ان کی ناطقانی کیا جا ہے اور جس کو جو اختیار ہا ہے حکومت ہی کے دینے سے ملا ہے حکومت چاہے تو یہ اختیار ان سچیں بھی کتنی ہے اور اسیں کوئی بیشی بھی

تامہم ہم مختصر جواب پر اتفاق ہنس کریں گے، بلکہ اس مسئلہ کا حل چونکہ عقیدہ توحید سے ہے اس نے تفصیل میں بھی تفصیل یوں بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ تھے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت کے علمیں پڑھی گمراہی کے عرض پر سفر کرتا رہا ہے اور آج بھی کر رہا ہے۔ اس کے محلہ سے ہوشے نہر کا قیطعہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ عامتہ مسلمین کو وہ فرقہ مکھوں کو عصیدہ صیحہ کی یاد دلائی جاتی ہے۔

بھنا چاہتے ہیں کہ تما مخلوقات میں انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر کوئی معزز و مکرم نہیں۔ انسان اگر اشرف المخلوقات ہے تو انبیاء و شریعت انسانیت کی آخری بندی پر ہنس ہیں۔ پھر ان انبیاء میں بھی مرائب کا فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ لاستہ خود خراپا کہ تذلف الرّسُّول نفعت نہیں ہے علم علیہ بعض سرستے اور خاتم رب آخی پیغمبر سے نادو لا ناخصلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ یہاں تک اہل اسلام کے دریان کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف وہاں سے شروع ہوتا ہے جب کچھ فکر اور کوئا ہم لوگ یہ نکتہ بھوول جاتے ہیں کہ مرتبہ و مقام کے یہ انتیازات صرف بالشریعت کے دائرے میں محدود ہیں۔ یعنی مقابل خقط انسانوں کے دریان ہے۔ بری ذات باری تعالیٰ تو اس کے مقابلے میں کوئی بچھے نہیں۔ سب یکساں طور پر عاجز و درمانہ اور محتاج و مجبور ہیں۔

بات مثال سے بچھی طرح بچھی میں آئے گی۔

آپ ایک ہزار والٹ کے بر قی قلعے کے پارے میں کھنچیں کریے بہت روشن ہے۔ اس سے آپ کی مرادی ہوتی ہے کہ جراغ یا لالٹین یا دس یا سو والٹ کے بلبے اسکی روشنی کیمی زیادہ ہے پیٹلیب ہرگز نہیں ہوتا کہ سورج کے مقابلہ میں بھی یہ روشن ترلبب کوئی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ سورج اساروشن ہے کہ اس کے مقابلے تو یہ ہزار والٹ کی روشنی بھی جراغ اور لالٹین ہی کی صفت میں آتی ہے۔

جب سورج کا معاملہ ہے۔ — حالانکہ اس کی روشنی لا محدود ہیں۔ کسی نہ کسی عدد سے اس کی ڈگری معین کی

ذرہ ناجیز تھے۔

اُس مفہوم کو طبیک طور پر پیش نہیں کرتا یوقاں اُن کا مقصود ہے بلکہ اس سے ایک اپنے معنی مترجع ہوتے ہیں جو کارادہ قاتل تے نہیں کیا۔ کون نہیں جانتا کہ اللہ کی نظر میں ایک شومن کافر سے زیادہ معزز ہے پھر مومنین میں وہ بیشتر ہیں ان کا اعزاز بارگاہ خداوندی میں وہ نہیں جو نکو کاروں کا ہے۔ نکو کاروں میں انبیاء و ملیحہ اسلام کا بھی سے بڑھ کر ہے اور سید الانبیاء تو سردار ہی ہمیرے۔ ان کے اعزاز دار کام کے کیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ قاتل کا مدعا یہ لغایہ لا یعنی مفہوم پیش کرنا نہیں ہے کہ انشاء کے نزدیک رسول اللہ کی کوئی خاص حرمت نہیں۔ یہ تو فقیہات قبل بھی جانتا ہے کہ حضور مسیح موعودؑ کے سردار اور اعلام خداوندی کے سب سے زیادہ متین ہیں۔ وہ کہنا یہ چاہتا ہے نہ اللہ کے مقابل قوت دامت اختیار کے تُرخ پر رسول کی حیثیت کا بھی درجہ ایک بندر ہا جیز سے زیادہ نہیں۔ جیسے سونج۔ کے مقابل ذرے کی چمک بچھنیں اسی طرح سطوت خداوندؑ کے آسمانی بھی اسیما کا حصہ کو انس و جن کے سردار کا مقام۔ تی کچھ نہیں۔ بات سو یقیندی درست اور بیبِ ذکرے بالآخر ہے طرف الفاظناقصین میں آخری فقرہ:-

"اللہ تعالیٰ کے ربتبے کے مقابلے میں ذرہ ناجیز تھے"

سبتاً درست ہے۔ پھر بھی "ذرہ ناجیز" کی جگہ کوئی اور لفظ بتوائوئے والوں کی نزاکت طبع پر برداشت ہوتا۔ "ذرہ ناجیز" اُردو میں ہموً تحریر و تخفیف کیتے استعمال ہوتا ہے لہذا شائستگی نفاذ اکری ہے کہ لفظ ایسا ہو جو حضورؐ کی شان میں گستاخی کا دھم بھی نہ پیدا کر سکے اور امر و اعلان کو بھی طبیک ٹھیک واضع کرے۔ یہ معاملہ کچھ ایسا ہی ہوا جسے حضرت امام علی شہرستان "تفویۃ الایمان" میں لکھا تھا کہ اللہ کے مقابل تمام فلکوں مثل چار بلکہ اس سے بھی پیچ تر ہے۔ اپر آج تک لوگ متعرض ہیں۔ چمار جو نکتہ نسل کا لفظ ہے اس لئے مرجم و مغفور کا درعاۓ کلام بھائی سے قبل ہی بعض لوگوں کو اشتغال آ جاتا ہے اور کھپر وہ نہ جانے کیا کیا بکواس مرد

کو سکتی ہے۔ پھر دنیا کا معاملہ تو یہ ہے کہ ایک پسہ سالار ایک گورنر ایک وزیر بجلے خود بھی اتنا صاحب اقتدار ہے جو اس کے ہے کہ حکومت اس کے ہاتھوں بے بس ہو جاتی ہے۔ اس کے بیشتر نہیں رہ جاتا کہ اسے معزول کر دے۔ وہ ضرور پڑنے پر حکومت کی مرضی کے خلاف بھی کوئی کام کر سکتا ہے اسے دھوکا دے سکتا ہے، اس سے سرکشی کر سکتا ہے۔ یہاں تک کہ حکمرانی کی ساری قوت و سطوت خداوندی کی ذاتیں سکھ آتی ہے اور کسی کی مجال نہیں رہ جاتی کہ اس کی مرضیات میں حائل ہو سکے۔

مگر مسلط خداوندی کا یہ معاملہ نہیں ہے۔ سلطان کائنات نے نکوئی مصالح کے تحت جسے جتنا اختیار و اقتدار عطا کرنا چاہا کر دیا۔ اب یہاں نکن ہے کہ کوئی بندہ وہ محال شدہ اختیار کو چاہا یوں کے ذریعہ بڑھانے اور اس سے زیادہ قوی ہن جاتے جتنا اللہ نے اسے بنایا ہے۔ سلطان کائنات کو دھوکا نہیں دیا جاسکتا۔ وہاں پر ہر بندہ کیسان طور پر ماجزو درجہ میں ہے۔ وہاں سلطان اور عالیا کے مابین بخوبی تقدیت کی بینیں بھیشہ کیسان رہتی ہیں۔ زیدیں اور محمد عزیزی میں عظمت و اقتدار کا ترقی چاہے زمیں و کسان حسیا ہوں لیکن اللہ اور زید کے درمیان مجزو و قوت کی جو شبہ ہے طبیک بھری شبہ اللہ اور حجج کے درمیان ہے۔ یہ نہیں کہ سکتے کہ جو کوئی چونکہ زید سے ہزاروں درجے قوت و اختیار کے نالک میں، اس سے اللہ کے مقابلے میں انھیں زید سے کچھ کم عاجز ہونا چاہیے بالکل نہیں تقدیت و اختیار اور عظمت و سطوت کے تُرخ پر اللہ کے مقابلے کوئی کچھ نہیں۔ بڑھ سے بڑا پیغمبر اور بڑے سے بڑا صاحبِ حشد بالکل اسی طرح مشت خاک اور ذرہ بیقدا ہے جیسے زید۔ عامر۔ طلبو۔ لفعت النہار کی دھوپ میں قیل کا چراغ جلا وجہ کیا اور دس ہزار لمبب روشن کرو جب کیا۔ اب دیکھنا چاہیے کہ سوال میں جن فقروں کو نقل کیا جسی ہے وہ لفظی اعتبار سے کیسے ہیں۔ تو ہم شروع ہی میں کہہ سکتے ہیں کہ الفاظ کا اتحاد کچھ بہتر ہونا چاہیے تھا۔ یہ فقرہ کہ:-

"اللہ تعالیٰ کی نظر میں رسول کیع صلی اللہ علیہ وسلم

تو ان کی مثال پھر کسی نہیں ہے بلکہ
یہ تو پھر سے بھی زیادہ سخت ہیں۔
پھر وہیں اتنی اشیا پریسی اور
افادیت تو ہے کہ بعض پھر وہیں سے
پھر وہیں پھوٹ نکلی ہیں اور بعض پھر
ایسے ہیں کہ ان کے شق ہونے سے
درست ہیں ہیں مگر، پھر تو کچھ پانی تو تکلیم آتا ہے اور بعض پھر ایسے ہیں
جو خدا کے خوف سے برازدہ ہر انداز ہر کر بچے لڑکے لئے ہیں۔

بھگت آپ۔ جیو رو صلات بیٹیں پھر سے بڑھ کر اور کوئی
چیز بیوی۔ لو را بخوبی میں دل دیو تو فرم ہو کر یہ نہیں کہ پھر بھی میں
بھی سیلان قول نہیں کرتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دل
جب سخت پڑ جاتے ہیں تو ان کی صلات بیٹروں کو بھی مات
کر دیتی ہے۔ پھر وہیں سے کچھ دل کھوپیں تو دنیا کو سختا ہی ہے مگر
قیامتی القلب توگ زمین کی پیٹھ کا بوجہ اور قیض رسائی کی صلاحیتوں
سے بکسر عاری پڑتے ہیں۔ الہم حفظنا۔

اور یہ بھی لمحوڑ رکھیے کہ یہ ارشادِ ربانی چہ کس موقع پر
سیورہ نقشہ کا نو ادا کوئی دیکھ لیجئے معلوم ہو گا کہ فقط ایک
عقل کا معاملہ ہے۔ ایک شخص مارڈ الائیا اور لوگوں نے ایک
دوسرے پر اس کا بار جرم ڈالا۔ اپنے ہندوستان میں ایک
ہیں دس نہیں، سو نہیں، ہزار نہیں بلکہ ہزاروں بڑا رہا ہیں
پر علم و بریت کے وہ سائے پہاڑ توڑے گئے جن کا تصور
انسانی دلخواہ کر سکتا ہے۔ ایک بار نہیں، سیکھوں باعجہ مگر
یک طرف جملے ہوئے جانیں، حصتیں، جانداریں لوئیں گیں،
پھر بہار اور روٹکلا دغیرہ کے حالیہ "قاد" میں تو عدواں
شقاوت نے وہ نیکا ناج ناجا کر ہم جیسا اکرو دل تو اس کی
پروری بھی پڑھنے کی تاب نہیں رکھتا۔

پھر بھی اگر کوئی سلطان حکومت کے خرچ پر۔ اُس
حکومت کے خرچ پر جو خلافاً قانوناً اور عقلاءً ہر انتباہ سے
ایک ایک ظلم کی جوابید ہے، جس پر رعایا کے تحفظ کی داری
ہے جو سیکولر ایڈم کے گیت ٹھانی ہے۔ دوسرے حالات
کو یہ باور کرنے جاتا ہے کہ نہیں، میں اتنی بھائیوں میں سب خیر ملے

جا بید کے خلاف کر دلتے ہیں۔ یات قطبی طور پر درست ہے
کہ اللہ کے بال مقابل کوئی پھر نہیں مگر ہر دسویں کا معاملہ
چونکہ نازک سے اپنا الفاظ میں رکھ رکھا ہوتا ہی چاہتے۔

تیرنگ زمانہ

سوال ۲۔ ارشید قادری

اخبارات سے معلوم ہوا کہ کربلہ زیدی، حیات اللہ الصادقی،
(ام) صاحب جامع مسجد دہلی، مولا تاسعہ اکبر بادی اسلامی حمالک
کے دربار پر جائے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ اسلامی ملکوں کے
سربراہوں اور عوام کو یقین دلائیں کہ ہندوستان میں مسلمان بالکل
امن و چین کے ساتھ ہیں۔

بہار کرم تجلی کے ذریعہ اکاہ فرمائیں کہ جلدی کے مسلمانوں
پر مصائب ناذل ہونے کے بعد کوئی شہروں کے مسلمان تیرصائب
اُسے اور حال میں کلکتہ، مدھیر پورش، بہار، اڑاکر وغیرہ میں
ان پر مصائب کے سہاڑ توڑے گئے۔ ایسی حالت میں جو مسلمان
غلظ پر پیشہ کریں وہ ازروں سے مشریعہ کیسے میں اور
ان کے ساتھ مسلمانوں کو کیا برتاؤ کرنا چاہئے؟

اجواب ۲۔

خونا آپنے شمار کر لئے ہیں ان کے علاوہ بھی کچھ انجارات
میں نظر سے لگتے ہیں مشاہد ایک بھاری بھر کے ساتھ مولانا مسید
عبد الوہاب بخاری کا نظر آیا۔ اپنے چشم بدر دل لجاج بھی میں
اور افضل العلماء بھی۔

مگر ہم جواب کیا دیں۔ جواب توہر اس شخص کو معلوم ہے
جس کا دل مردہ، ضمیر خفته اور دلاغ تاریک نہیں ہے۔ مشریعہ
تو آسی گی چیز ہے عام انسانی قیادوں ہی کے معیار پر اگر پر کھا
جلائے تو ایسے سلطان، جو محبوی شہزادیں دیتے دھکر حمالک
میں تشریف لے جائیں گے یا اس سے قبل لے جاتے رہے ہیں
الہملاں کے اس رویڑ سے تعلق رکھتے ہیں جسے مخاطب کر کے
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ذمہ قست قلو بکرم من
پھر ایسے دعہناک واقعات کے بعد
بعقد ذلائق نہی کا الجاڑ تو
بھی تھا لئے تلوں سخت ہی ہے

مکون یا تھوڑی بھی "مرکاری عزت" کی خاطر فرد کی
نشکل میں باہر نکلیں اور صد اقوال سرداشے کے پروردگر
اپنا فریبی اخفاقوں کی سمجھی بلیغ فسرما کر گھر یوں۔ خدا کی
قسم۔ وہ کرس چلا شوں کو نوجاہ ہے، وہ خنزیر جو گندم کے
کھانا ہے، وہ لٹتا ہے اسلام نے محض کہا ہے ان انسانوں
سے اشرف اور ارفع ہے جن کے دل میں سے حباب آخرت کا
فکر خدا کا خوف اور ظلم و عدل ہیں تینیں کرنے کا حساس غائب
ہو چکا ہو۔ کرس، خنزیر اور کتنے ہم کا سندھن نہیں اگر
حس آدم زاد نے اخلاقی حس اور ملیٰ غیرت و حیمت کو پہنچے
نفسانی کے بازار میں نیلام چڑھا دیا وہ جنم کا کندہ ہے۔ مدت
کا علم تو اللہ ہی کوئے ہے۔ یہ بہر حال طے ہے کہ دفعہ خیہ سانی
اس کی حصتہ میں ضرور آئے گی۔ فتحت اللہ مغلب الشعوب۔

یہ ہم نے اصولی بات کہی۔ جو لوگ مرکاری دوروں پر
چاہیے ہیں وہ سب یا ان کے بعض افراد اگر یوں کہیں کہ ہم پر
دروغ باغی کا لازم درست نہیں ہم تو باہر جا کر سچ ہی یوں گے تو
ظاہر ہے ہماری تصریحات ان پر چسپاں نہیں ہوتیں۔ یہ مجاہد
خود اللہ کے ذمے ہے کہ اپنے اس قول میں وہ کس حد تک پچھے
ہیں۔ ویسے عقول و قیاس تو اسے ایک لمحے کے لئے بھی باور
نہیں کر سکتے کہ یہ عزز حضرات باہر سچ ہی بولنے جائے ہے۔
سچ بولنے والے توہاں سے ملک میں پاکستانی فرقہ پرست اور
مسلم لیگی کا ہلاکت ہے۔ جس پر کاش نہادنے نے روکیسا اور
جمشید پور کا دورہ کرنے کے بعد سچ بولنے کی ظلٹی کی۔ انہوں نے
اور ان کے بعض ساتھیوں نے تلب و خمیر کے دباو میں اگر اس
خوبصورت سچائی کو الفاظاً کا جامیرہ بنادا یا کہ اپنے ہندوستانی
سموراؤں نے حاملہ سورتوں کے لکڑے اڑائے تو جان
خور توں کو زندگی کر کے ٹھکانے لگا ماں بھروس کو الگ ہیں بھوسنا،
مردوں کی بتگا بولی گردی۔ اب دیکھیجیجے کو کوئی جو سنگھی
یا نہابھائی نہیں، خیر سے دزیر بالند پر شری نندہ صاحب
فریلئے ہیں کہ ان کا بیان میانغہ آمیز اور گراہ کن ہے۔ اسی
طرح ایک ایگلکو اندریں تبریز یونیورسٹی فرینک انھوں نے پھر

ہے اور ظلم و طقیان کی ساری نایاکیاں بھی پاکستان ہی کے حصے
میں آئی ہیں۔ تو اس کے لئے ہم اس آیت سے زیادہ کیا
کہیں جو سورہ اعراف میں نازل ہوئی ہے:-

وَهُنَّ ذَرَانٌ لِجَهَنَّمَ
كَثِيرٌ مِنْ الْجِنِّينَ الْوَسِيرِ
لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَطْعَمُونَ
يَمَاءٌ وَهُمْ لَا يَمْعَثُونَ
يَسْعِرُونَ بِهِمَا وَلَهُمْ
أَذَانٌ لَا يَنْتَهُنَّ
يَمْسَأُولُهُنَّ كَالَّذِينَ
لَنْ هُمْ أَهْمَلُ شَأْنَهُنَّ
لَهُمْ إِنْفَاجِلُونَ۔

◆ ◆ ◆ ◆ ◆

یہ ہم کے لئے پیدا کر دہ جن و اس کوں ہیں۔ کیا امتحان
کافر ہیں۔ کافر ہے شک، ہمیں رہیں گے، لیکن ان
مسلمانوں کو بھی ہمیں کامرا امتحان و رچھایا جائے گا جو دعوہ اسلام
کے باوجود ہوائے نفس کے غلام اور مقادیر دنیوی کے بندے
ہیں۔ سورہ الفرقان میں اللہ فرماتے ہے:-

أَرْعَيْتَ مَنْ أَنْجَدَ
لَهُمْ إِنْهَا مَا فَأَمْتَ
الْهَمَةُ هَوَاهُمْ أَفَأَمْتَ
حَالَتْ رَحْمَيِّي مِنْ نَأْنَا خَدَا
كَلُونَ عَلَيْهِ وَرَكِبَلَهُ أَمْ
تَحْسِبَ أَنَّ الْأَنْزَهُمْ
يَنْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ
كَرِيلَةٍ ہُوَ يَا كِيمَ لَمَانَ كَرِتَ
إِنْ هُمْ إِلَّا كَالَّذِينَ
سَمِحَ سَلَتْ ہیں ہے۔ کہاں اے
بَلْ هُمْ أَهْمَلُ شَأْنَهُنَّ
یہ تو شخص چیاں ہیں بلکہ
چیاں ہوں سے بھی زیادہ بے ط

◆ ◆ ◆ ◆ ◆

ہوئے نفس کی بندرگی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی
کہ جن ملت پر پے در پے اور ایکے ایک بڑھ کر ظلم و تشدد
کے پھاڑ توڑے جا رہے ہیں، اسی کے کچھ افراد مغضون چند

حیات اللہ الفصاری اور اسی طبقے کے دیگر قوم پرستوں ہیں کوئی شکایت نہیں۔ شکایت چھے ہے لاولنا سعید احمد اکبر آبادی اور مولانا عبدالواہب بخاری جیسے بزرگوں سے ہے۔ اگر یوں مدد تو کم سے کم اول الذکر سے ہم ضرور پوچھنے کہ خدا کے لئے ہم بھی تو بھائیے کہ آپ کیا کرنے جائیں ہیں اور کونسی شریعت ہے جس نے الیٰ ملک پرستی کا جواندیا ہے۔ ان سے جب بھی ہماری فتنگو ہوئی ہے اسلامیت دو دنداڑی کے پھول تھہڑتے ہوتے ان کے دہان مبارکتے دیکھے ہیں۔ بھو میں نہیں آتا کہ انھوں نے کیسے اس گروہ میں شامل ہونا پسیوں کر لیا جو دین و ملت کی پیشانی کا کلناک اور غیرت حق کا چلت پھر امدفون ہے۔

یہ سوال کہ مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے کیا برتاؤ کرنا چاہیے۔ آسان تو ہوں کہ مسلمان یہ رہنمائی ہے اور دشوار بھی۔ آسان تو ہوں کہ مسلمان یہ مذکور اس استرار و اختراف کا با رُدالا گیا ہے کہ تھلک دشمنوں میں تھیگرا فدک اللہ! ہم ہر اس شخص سے ترک تعقیل کریں ہیں جو اپنی نافرمانی میں جری ہے اور دشوار یوں کہ آج اچھے خلصہ دیندار لوگ بھی مودود خوار وکی دو توں تھائیتے ہیں افاد ان کا وجد ان استفراغ کی کوئی کیفت جو سو نہیں کرتا۔ جب دل ہی تاریک ہو گئے اور حقدہ آفرت ہیں پھر دار بالوں تک محدود ہو کر رہ گیا تو کون کسی کیا سمجھاتے۔

غیر محسوسی بات یہ ہے کہ ایسے تماں لوگوں کے نام یاد رکھنے چاہتیں تھیوں فیض ظلم مسلمانوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر جیں کی بصری بجا ہی ہے اور جب بھی یہ لوگ الیکشن میں کھڑے ہوں انھیں کوئی مسلمان ووٹ نہ ہے۔ یہے وہ حضرات جو الیکشن میں کھڑے ہوئے ہیں انکو کوئی سزا ہم آپ نہیں دے سکتے۔ ان کے لئے تو ہم یہ بدعا بھی نہیں کر سکتے کہ اللہ انھیں بھی امن و حافظت کی ویٰ لوت نصیب کرے جو وقتاً فوتاً مسلمانوں کے حصے میں آئی رہی ہے۔ کیسے کریں یہ لوگ اکیلے نہیں ہیں۔ ان کے اہل عیال

سچا ہم کا تذکرہ چھڑا تو انھیں بھی پاکستانی ایجنسٹ قرار دیا گیا ہے اس سچا داد ہے جو حکومت کی بوی بولے، حکومت کی عنان سے دیکھے اور اپنی نگاہ اپنی زبان اور اپنے ضمیر کو طلاق نیان میں رکھدے۔ پچھلیں ہے خواجہ سراج عین۔ مکملہ اور ہمارا واطیسہ کی قیامتوں کے بعد ان پر تری و نیا کوین لائے ہیں مسلمان ہندستانیں ہر طرح خوش ہوں اور انھیں چلاوہہ تمام حقوق و تحفظات حاصل ہیں جنکی صفات دستور نہیں۔ پچھلی تھی پتل مسلمان جو پہلی فرضت میں پاکستان کی ہندو ہنزوں کے عرب میں فوج خستہ کئے جانے کی کہاںی ہے مذکومت کی تراویداد پاس کرنے ہیں مگر کلکتہ اور ہبہ دیگرہ کی قیامت پر کچھ کھینچ کئے جئے ان کی نبائیوں کو فلاح مار گیا ہے۔ پچھلے ہیں وہ گرمی شیخ چو جدوعہ قوم پرستی کے باوجود غیر ملکی ہندووں کے لئے سراپا مامم و احتجاج ہے ہوئے ہیں مگر اپنے ہم دل مسلمانوں کی لرزہ خیز تباہی کا تذکرہ تک ان کی زبانوں پر مشکل ہی سے آتی ہے۔

جن ہعززین کو حکومت نیکل دند باہر بیچج رہی ہے طاہر ہے وہ رہا طایا اسین دہر اپیں گے اور دہنیا کو باور کرائیں کہ اپنے کے دلیں بھارت و دش میں کسی پر کوئی آیائے ہیں ہے وہاں زمین سے آسمان تک روا داری، سیکولر ازم، بھائی چارہ اور عدل و آئین کا راجح ہے۔ وہاں ہر روز شارخ آہڑ پر ماشقوں کی باراں جلوہ گھوٹی ہیں۔ وہاں اگر بھی کوئی برائے نام سا "فساد" ہو رہی ہے تو فقط "رد عمل" کے ٹھوڑ پر اور حکومت نے اس پر قابو پانے میں ملک چھپنے کی دیر نہیں لگائی ہے۔ خدا شتوں کا اصل سرچشمہ پاکستان ہے۔ اسی کے جا سوس بھارت کے امن میں خل اندرا ہوتے ہیں۔ یہ سب الگ ہے تو یہ شک یہ ہعززین رجھی ہی بولتے باہر جائے ہیں لیکن الگ یہ سچ نہیں تو شریعت کا حکم ہم سے کیا پوچھتے ہیں علم شریعت کا مہندی بھی جانتا ہے کہ شریعت ایسے لوگوں کے باسے میں کیا ہتی ہے۔ جھوٹی گوای ہی پوری شریعت فیض علیم قرار دیتی ہے، لیکن جب یہ گلاہی پوری مدت کے خلاف ایک مرقع سازش کی جیشت رکھتی ہو تو اس کی گمراہت اور عحقونت کی کوئی انتہا نہیں۔ گرفتاری، شری چھاگل

بہاری تشریف لے گئے تھے۔ جتنے کو اوال و کو الف کا فرنس کے اخبارات میں آئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ کافرنس کی جیتیت ملار کی شرعی پنک کی تھی۔ علماء مصر کے لئے ان دور درویں خانہ اور بیر ون ملار کے لئے آٹھ ڈور بیر خانہ پنک۔ جسے صلیس اور دویں ذہنی عیاشی یا شرعی تفریخ کہا جا سکتا ہے۔ ڈور ڈور کے علماء میزبانوں کے خرچ پر صحیح ہوتے، مقالات پڑھ پڑھ کر ہر عالم نے اپنی علمی و فکری صلاحیتوں کا منظراً کیا اور پھر میزبانوں ہی کے زیرِ انتہا مصر کے مختلف علاقوں کی سیس کی تھی۔ یہ سیس بھی بردگام ہی کا باقاعدہ جزو تھی۔ شستندو گفتندو برخاستند کا یہاںی قائدہ مصر کو جو بھی پہنچو سیروں ساخت کا فائدہ بیرون عالم تمام شرکار کو ہے اور مولانا محمد طیب صاحب جیسے حساس، زندہ دل اور خوش مذاق علمائے تو ازادہ فہمی اس فائدے میں۔ کم سے کم ششندی حد تک خواہ کالانعاً کو بھی شامل فرمایا۔ آپ کے متعدد خطوط تکوتبا ہر کے زیرِ عروض ان اخبارات میں آئے ہیں جو بڑے ہی دلچسپ ہیں۔ ان کی افساوی تکنک بھرتے ول رہی ہے کہ مدد و معراج کے طریقہ مذکور جمیع از ہر کی ہبتا کر دہ تفریحات کو کاھق، تحریف پذیر ای بخشے کا حق ادا کر دیا ہے۔ جہاں جہاں اپنے منظر نگاری کی ہے دہاں دہاں تو واقعہ نیجے محسوس ہوتا ہے کہ الفاظ کے ڈرامی درد بست سے عنقران شباب کا سادولہ اور مصصوم اپکن کی سی استعجا ب پسندی کے سوتے اُمل رہے ہیں۔

ایجادے دین اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ اے۔ آپ بھی کمال ہی کرتے ہیں۔ وہ علمائے مصر جنہوں نے فرخون کو تراشیدہ مجھے ٹھنڈے پیشوں پرداشت کر لئے۔ وہ اس طرح کے خلاف، زبردگار اور جانشکل مقصود کا تصویر بھی کر سکن گے یہ خوش بھی طیفے سے کم نہیں۔ کہے کو والی صحر جاپ عبدالناصر بھی الدین بھی ہیں، مردا ہیں بھی ہیں، سختات دہنده بھی ہیں۔ لگر ایجادے دین کی دنیا اور رہی ہے دہان لفظوں کی کی بازی گری اور اصطلاحات کی سحر اور بیتی ہیں چلتی۔ ایک رسی لمع کی مجلس میں جن مقالات پڑھ دینا اگر کسی درد کا دریا ہوتا تو مقالات کا نام، ہم اکارین کا پڑھا رکھتے اور مقالوں کا بھاؤ لعل وجہ اس سے کم نہ ہوتا۔

ہیں۔ یہیں اور بیشیاں بھی ہیں امن و عاقیت کی بوج آئیں تو ان جھرموں کے ماتھے بے گناہ متعلقین کو بھی بر باد کئے بغیر نہیں چھوڑے گی۔ پھر ہم کیسے یہ دعا کریں۔ جس دعا ہی تھی تھے کہ اللہ ان کا پردہ ڈھکتے یا پھر ہمارا پردہ ڈھکتے

مصر کی علماء کا فرنس

سوال :- رشید احمد بھی

آپخاناب کے علم میں پوچا کہ حال ہی میں مصر میں ایک کافرنس ہوئی ہے جس میں تفریحاتیں جائیں جائیں مالک کے علماء عوچکے گئے تھے ہمارے ہندوستان سے بھی کمی حضرات تشریف لے گئے جیسا خلیفہ عصر مولانا محمد طیب صاحب، تم دارالعلوم دیوبند کا نام نامی بھی ہے جسے اس کافرنس کے اصل مقصد کا علم نہیں۔ جسے کیا شاید اکثر ہندوستانی مسلمان کو اس پالے میں پوری واقفیت نہ ہو۔ میں اندانہ ہی ہے کہ کافرنس جاپ جمال عباد الماصر نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور ایجادے دین کے مقصد سے منعقد کی ہو گئی کیونکہ علماء کو دعوت دینا اسی مقصد کا آئینہ دار ہو سکتے ہے۔ لہذا آپ اگر اس سلسلے میں کچھ تفصیل کم ہے پھر ملکیں تو ان تمام لوگوں پر احسان پڑھ کا جا چیز دین کی ہر کوشش سے رو حالی و قلبی بچپن کھٹکھٹکیں

اجواب :-

آج ہم سے معمولی فیشن کے درطاب مصروف کی شہر درس گاہ جامع از ہر میں تھیں اور اس طرح کے مقصد سے ایک شعبہ قائم ہے جس کا نام ہے اسلامی تھیج اکیڈمی۔ جس کافرنس کا آپ ذکر کیا اس کا اتفاقاً برداشت جمال عباد الماصر کی دعوت پر ہیں اس اکیڈمی کی دعوت نہ ہوا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مصروفی ملکات میں اس طرح کی بھی تحریف اور سرگرمی کے باعثے میں بھیں کے ساتھ کیا جا سکتا ہے کہ اسے ملکات کے سربراہی کی نہ صرف رضا تعالیٰ ہو گئی بلکہ ممکن ہے کہ اصلًا اور بردہ داعی ٹھوک خود وہی ہو۔

یہ کافرنس اور اسچے پر شروع پر کر ۲۳ ربماً صبح کو اختتم پڑھ رہے ہیں اور ۳۹ نلوں کے معروف علماء اس میں شرک ہوئے۔ ہندوستان سے مولانا محمد طیب، تم دارالعلوم اور مولانا منت اللہ

سامنہ افیا کرئے ہیں۔

زخارات میں ان اسباب کی فہرست بھی آئی ہے جنہیں اس کافروں کے شرکار نے مسلمانوں کے ہمراگیر اختطاط کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ اس کا تجزیہ کیجئے تو معلوم ہو گا کہ سب سے پہلے اور مو قریبین سب کو کسی بصر کے ہن نے چھوڑ کر نہیں بلکہ عطاً طبیبوں کی طرح مرض کے اثرات شکر کے گرد گھونٹتے ہے۔

پہلی سبب یہ بیان ہوا ہے کہ:-

”مسلمان خدا اسلام کی تعلیمات پر عمل نہیں“
 بتایا جائے یہ سب سے یا خود مرض۔ دینی اختطاط بھی تو ہے کہ مسلمان اسلام کی تعلیمات پر عمل پر انہیں پھر اسی اختطاط کو ”اسباب اختطاط“ کی فہرست میں شامل کر دیا آجیکی مذاق ہے!

ایک سبب بیان کیا گیا کہ:-

”اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے اور ان اسلام کو آسان انداز میں پیش کرنے کی کوشش نہ ہوئے کے برابر ہے۔“

سوال یہ ہے کہ جو علمی فرع کے احکام و فوائیں اجتہاد سے بالاتر اور پوری امت میں تفقیع علیہ ہیں خود ان ساتھ آپ حضرت کا کیا سلسلہ ہے۔ شراب کی حرمت، قمار و سود کی شناخت مردوں کے اخلاط کی قباحت، فرعون و یہ جملہ کی لغت۔ سے کیا یہ اسائل بھی حقیقی و سیرج کے تحتاج ہیں کیا ان کا شمار فطیعت و خدمات میں نہیں۔ پھر آپ اپنے اُس نکتے میں ہیں خیر سے نجی الدین جمال عبد الناصر کی قابوں حکومت ہے ان کے پاسے میں کیا وہ اختیار کیا ہے۔ آپ کیا جدوجہد اس امر کی کہ جو اسلام آپ کی حکومت کا سرکاری مذہب ہے وہ سیاسی معاشری، سماجی اور ثقافتی دائروں میں بھی کار فراہم ہو۔ آئین، سیاسی نظام اور تمدن و تیزیت آپ وہ قبول کرنے ہیں جس کی فضادریں و اخلاقیں کی قدر وہیں کئے گئے وہی حکومت ہے جو کشت زعفران کے لئے استوائی علاقوں کی طبقائی دھوپ۔ پھر کیا معنوں ہے اس اجتماع میں کہ اجتہاد کا

لفظ یہ ہے شرکار کو پہنچتے ہیں بھی نہیں بتایا گیا تھا کہ کون کون سے موجودات نے بحث آئیں گے اپنی میں وقت پر اپنے علم و ذکاء کا اتحاد دینا پڑتا۔ گویا کافروں کی وحیت اس مشاعرے میں تھی جس میں عین وقت پر صریع طرح دیکھ شوارہ کرام کی صلاحیتوں کو آندازیا جاتا ہے۔

سچیلیگی کے ساتھ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جن علماء نے اسلامی دین سیرج اکٹھی قائم کی ہے اور پھر دنیا بھر کے علماء کو اکٹھ کر کے مقامی طور پر ہوا ہے میں کیا انہوں نے بھی اس کا بھی جائزہ لیا کہ دین و شریعت کے جواہر کام، ہدایات اور تقدیم تحقیق و تصحیح کی چلیں ہیں کہ باہر اچکی ہیں اور طویل زمانے سے انہیں پوری امت مسلمانوں کے طور پر مانتی اور جانتی ہے ان پر عمل اور ان کی پیروی کا حال ان کے ملک میں کیا ہے معرف صداقتوں کے ساتھ ان کے دیار میں کیا ملک ہو رہا ہے اور وہ اسلامی تدریں جن کی تقطیع دوڑائے کی مصلحت نہیں ان کے معاشرے میں کیا جیشیت رکھتی ہے۔

حقیقی و سیرج طریقی چیز ہے۔ قرآن بار بار فکر و تدبر کی دعوت دیتا ہے لیکن وہ حقیقیں تحقیق شدہ صداقتوں کا کوئی مصروف نہ تھا بلکہ میں اور سیرج صداقتوں کا سفر لگاتے کے چکر میں سرگردی ہیں ان کی مثال ایسے آدمی کی سی ہے جو کمزوان تو خود تک پہنچ رہا ہے مگر اس کا مقصد وہ ان کا لانا نہیں ہے بلکہ وہ تماشا ہیں وہ اپنے زور بارز اور فتنی صلاحیتوں کی اولینا چاہتا ہے۔ برآمد شدہ پانی یہ ہے کہ کچھ طریقہ دل دلہیں تبدیل ہو رہے ہیں پیاسے ہوں کے توں پیاسے ہیں مگر وہ ہے کہ کھدائی کے چلا جا رہا ہے۔

الہات فرمائیے اگر صورت یہ ہوگر دن کے محکم قطبی احکام اور شریعت کے حقوق و منع و مفہوم آپ کے ارد گرد لاشوں کی شکل میں ہو رہے ہیں تو اور آپ اور آگر کسی پر بیٹھ کر نہیں تحقیق و اجتہاد کے کل ترشیت رہیں تو اسے ذہنی یا اسی اور فکری شعبدہ باری کے سوا اور کیا کہیں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ خلوص عمل اور ذوق تقدیم سے تھی دامن تحقیق و سیرج کی جیشیت وینی مسائل میں تو کسیوں کے اُس مشغلہ میں ہے جو وہ لاشوں کے

ہدایات سے کوئی صریح کارہی نہیں۔ آپ کے آئینی رووا نہ میں معاشری فارمولے نئے جاتے ہیں اشترائیت سے مرتنا مردیا جاتا ہے اخیسِ اسلام کا۔ آپ کے یہندی طفقوں میں توک پلک سنوارے جاتے ہیں تہذیب فرنگ کے مگر سہایہ پڑا جاتا ہے ذہنی تنور اور روح و فتن فنگری کا۔ آپ کے ہمار رقص و سرود، قمار و سود، زنا، فحاشی، ہلو و لعب آئین کے سایہ خفقت میں فرشغ پائتے ہیں ٹھر آپ اجتہاد اور تحقیق کی کڑی لائیں ہیں۔ آخر جا ہے کیا ہیں آپ ۹ جنتنافردادی و اجتماعی اصراعی خدا بزرگ اور اسلام دشمن اقتدار اور آئین نے میدان کئے ان سب کو آپ "ابباب مرض" کے خانے میں رکھ رہے ہیں حالانکہ مرض کی جڑ وہاں ہے جہاں نظر ڈالنے سے آپ کترائے ہیں۔

خدراجانے پر گر کی بات کب ہماں دین پسندار بنا دانش کی سمجھیں آئے گی کہ اقتدار— خصوصاً آج کی یہم سکرتی اور باہم پیوست ہوتی دنیا کا کلکت کیش اقتدار نظریات و عقائد اور میلان و روحانی کی گھنی کے لئے فضا اندھوسم نہایت۔ جیسا موسم بنائے گا دیے ہی پوچھے پھل بھول سکیں گے۔ آپ ہمترین سے ہمترین کھاد، عمدہ سے عمدہ بچ، نرخیز سے نرخیز ہیں جیسا کہ میں اور بھردن رات پانی دیتے رہیں مگر جھنیتیں ٹھکانے نہیں لگ سکتیں جب تک فھنکا اور موسم ہی سازگار نہ ہو۔ موسم سازگار ہو تو جھیلے گھٹیانج میں چھوٹ نکلتے ہیں اور آبیاری کے بغیر پیشمار پوچھے ہمیاً اٹھتے ہیں۔ بھی رشتہ درست اقتدار اور اسلامی قدریوں کے مابین ہے۔ یہ کیسے مکن ہے کہ جگنی جگنی سینما جل ہے ہیوں اور ایں شہر کے دل و دماغ اسلامی اعتبار سے شریف و نجیب رہ جائیں۔ یہ کیسے مکن ہے کہ ناٹ کلب کا نووال تھیر، بار، ریس کورس، گلے جملے کو دست اقتدار کی چایت حاصل ہو اور سی دالوں کی محراب تلبی میں اخلاق و للہست کے جراغ علیہ رہیں۔ یہ کیسے مکن ہے کہ قدیم قدم زبرہ و جینوں سے ٹکراؤ ہو اور ہی سفل اصحاب صدقہ کے چھوٹرے سے بچدا ریزی میں صروف ہو جائے۔ یہ کیسے مکن

دروازہ بند کر دیا گیا اور دین کو آسان اندازی میں کٹیں کا مسلسل منقطع ہو گیا!

اجتہاد کا دروازہ جن اصلاح نے بند کیا تھا ان کی بال غلطی، ثرف نگاہی اور در اندازی کا جو ہر تو آج کھل رہے ہیں جبکہ ابی بصیرت ڈیڈ بانی ہوتی آنکھوں کے چھترنک منتظر ہے ہیں کہ تجدید پیشہ اور غرب نہ ملائیں چکار کیز سایہ اجتہاد اور پیریت کے نام پر دین کا ٹھیکر کر طرح ٹھکارا جا رہا ہے۔ قرآن و سنت کے ساتھ کیسا مسٹر انگریز ہمیں ٹھیکارا جا رہا ہے۔ مگر چھپڑی سے اس دل خراش پہلوکو۔ ہم لہتے ہیں آپ اجتہاد کا دروازہ شوق سے ٹھوٹے اور اسلام کو جتنے آسان انداز میں چاہیں پیش کیجئے مگر آپ کی ایسا اندازی اخلاق، نیک نیتی اور درمیں کا ثبوت تو اسی وقت ہتھا ہو گا جب آپ اپنے عمل سے یہ بھی ثابت کر دیں گے کہ اسلام کے جواہر حکم اور ناقہ نہ فصوص صریح سے ثابت اور اجماع اہل سے موکد ہیں۔ اور جھنیں آجناہ بھی طبیعت میں شمار کر سکتے ہیں ان کی لاج رکھنے انجینیروں کا لارانے اور رائی آبرو کو اپنی جان کی طرح عزیز بھنے کی تڑپ آپ کے اندر موجود ہے اور اگر جھنیں پاٹمال کیا جا رہا ہے تو احتیاط اور کوب کی فراہمی سے آپ پر خواب و خور حرام ہو گیا ہے۔

اسلام کی نظریہ میں سچائی اور الصاف ہر شرپ مقدم ہے، وہ کسی کے تالع نہیں قرآن صریح الفاظ میں ہدایت یافتہ ہے کہ سیہ شہ سچائی کے گواہ بنو چاہے یہ سچائی تھا کہ عزیز و احباب میں، آپ، حقی کہ خود تھا سے ہی خلاف جاتی ہو۔ لیکن آپے جس نیشن ازم کو خود منکر و نظر نہیا ہے اس کا فلسفہ ہے کہ قومی مفہوم اور شرپ مقدم ہے۔ الصاف صرف اس سے کہیں جو قومی مفہوم کا محافظہ ہو، سچائی فقط وہ ہے جس سے اپنی قوم کو فائدہ پہنچے۔ فرمائیے یہ مگر ابھی کا تج اجتہاد کا دروازہ بند کرنے والوں نے بولیا خود آئے؟

قرآن بار بار اسکے نیکائے کہتا ہے کہ وہ لوگ ظالم ہیں، فاسق ہیں، کافر ہیں جو اللہ کی نازل کردہ ہدایات کی طبق فیصلے نہیں۔ آپ ملکتیں ایسا دستور تراشا گیا جسے اللہ کی

ماں عقیدہ یہ ہے کہ حضرت موصوف ساری دنیا کے مسلمانوں عین اپنیوں یہودیوں وغیرہ کو صحیح مسلمان بناللہ کے سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب لوگ اپنے اختیار و ارادہ مسلمان ہو جاویں مگر باخیر اختیاری طور پر۔ اگر لئے اختیار و ارادہ سے ہوں گے تو ایسی ذہنی کایا پلٹ جو نہیں کے بھی خلاف ہے اس سے پہلے بھی کیوں نہ ہوئی آخر زمانے میں ہتھی خدا نے بے نیاز کو اس کی کیا خاص ضرورت پڑ جائے گی اور اگر باخیر اختیاری طور پر مسلمان بننا پڑے گا تو ایسا یہاں پر اجر کیسے مرتبا ہو گا یہ تو قرآن مجید کے صرحاء خلاف ہے۔

میرے خیال ناتھر ہیں تو حضرت عیسیٰ کا تشریف لانا بھی اتنا ہی خلاف قرآن ہے جتنا کسی نئے بنی کا آتا۔ اس سلسلے میں براۓ ہبہ ربانی رہنمائی فرمادیں تو میں غایت ہو گی۔

ابوالاشت :-

اپنے خیال نہیں کیا کہ آنحضرت نوکوہ مری کی بر قافی نہادوں میں فروکش ہیں اسی لئے آپ کو نعمت حاصل ہے کہ ٹھنڈے دماغ سے ٹھنڈے سماں پر خود وکر کر سکیں، مگر ہم ہندوستان کے ایک غاصبہ گرم علاقوں کے رہنے والے ہیں اور سن سینتالیس کے بعد سے بگر جی ایسے شعلوں پر انگاروں میں تبدیل ہو گئی ہے کہ ٹھوڑے عصیٰ اور مستقبل بعد میں کامیابی میں پر خور کرنے کا مودہ ہی تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔ ہمین یقین ہے کہ جب ہم بعد مرگ اپنے رب کے سامنے جائیں گے تو وہ ہم سے حضرت عیسیٰ کے درود مکرہ اور اس کے متعلقہ کوئی باسے میں بھی نہیں پوچھے گا لہذا آپ ہی بتائیے ایسے مسائل میں دادِ حقیقت دینے کا دماغ کہاں سے لا ایں۔ آپ کو اگر شہرت یا نہ عقیدے پر اطمینان نہیں تو آپ خوشی سے جو چلائے عقیدہ رکھئے۔ کیا ضرورتی ہے کہ ہم بھی اس موضوع پر جھک کاریں۔

جیسے یہ تمیل آپ کا تاریخی مسلمات کے خلاف ہے کہ ذہنی کایا پلٹ بھی ہوئی ہی نہیں۔ یہ ذہنی کایا پلٹ

ہے کہ شاہراہوں پر فرعون کے مجسمے نصب ہوں اور وہ بھی داؤں کے قلوب میں حضرت موسیٰ کے لئے کوئی جانبدار احساسِ عظمت باقی رہ جائے۔

خبر ہیں یہ چارہ گردی اُس چوری کھلے ہوئے دروازے کو تو باخث نہیں لگاتے جس کی راہ سے باد سوم غلطیت اور رہ بھیتے جو ایک تھائی کے تھائی مجھ رہی ہے۔ لیکن مریعن کی ہڑیوں کا گودا نکال کر خورد بھی ریسرچ پر جان پھیا رہے ہیں۔ یا للحجب۔

بات درگی۔ کہنا صرف یہ ہے کہ تجدید و احیائے دین کذکر مصر کی علماء کا الفرض کے سلسلے میں لانا سادہ لوحی ہے۔ لیکن یہ سادہ لوحی خوب نہیں مبارک ہے کیونکہ اس سے کم سے کم آزادگی زندگی کا تو پتا چلتا ہے۔ ویسے ہندوستان کی امت مسلمہ تباہیوں کے جس ہوناک دوسرے گذر رہی ہے اس میں ہندوستانی علماء کا آٹھ ڈور پنکا کے نئے جانا اور فراغدی کے ساتھ چھپانا ایک شرمنی کرنے کا جائز ضروری ہے۔

وہ شاخ جل پر زمزموں کی دھن تراشی ہے
شیموں پر بجلیوں کا روان گزر گیا

موسیٰ سرمائی باتیں

سوال ۱:- ازلیٰ محمد۔ کوہ مری (پاکستان) عرض خدمت والائیں ہے کہ مندرجہ ذیل اشکان رفع فرمادیں تو یعنی عتایت ہو گی:-

کیا حضرت عیسیٰ کی آسمان سے آبری کے متعلق قرآن مجید میں کوئی اشارہ بھی موجود ہے؟
حضرت عیسیٰ قشریت لاکر ان لوئے حدیث شریعت اس امت کے لئے کیا کام کرسی گے؟

جس وقت موصوف تشریف لاویں گے کیا ہم سب مسلمانوں کو آپ پر ایمان لانا ضروری ہو گا اور جو کذب بکرے گا وہ دائرۃ اسلام سے خارج ہو جاوے گا؟

مرتع پر پڑو سی کے ناتے کھانا کھا لیو سے یا اینے یہاں کسی تقریب میں اپنی شیعہ کو کھلایو سے تو گیا وہ خالص اسلام خالص و مرتدین سے زیادہ طراہ عناالت کا یابی اور مذہب اپنی شیعہ کا ہامی بھا جائے گا یا علماء کرام کے نزدیک سچے سا سچی ہو گا۔ اگر اپنی شیعہ کے سیم کا تعلن رکھنا بھی ان کی کسی صیحت میں حسب حشیت مذکوناً موقع پر قرض دیدیں، مظلوم کی وجہ سے سوراً آدھار دینا وغیرہ قابل اعتراض ہوں تو اسکا فرمائیے۔

الجوابات :-

معلوم نہیں آپکے ذہن میں یہ سوال پیسہا ہوا ہی کیوں معلوم ہوتا ہے کہ بد مانع اور تنگ طرف ہو لوئی تھے آپ کو بھٹکا دیا ہے۔

بحالی شیعہ تو پھر خود کو مسلمان کہتے ہیں اور ان کی متعدد قسمیں ہیں بھی مسلمان ہیں۔ پڑو سی تو ان کا فروشنگ بھی ہو تو حدو و دشیری کا الحاظ رکھتے ہوئے اس کی شادی اور عجیب میں شتریک ہوتا ہے صرف جائز بلکہ ضروری ہے۔ پڑو کی معاملہ نہ ہوتا بھی اسی کافر و شرک کی سماجی تقریبیوں میں شرکت یا انھیں اپنی تقریبیوں میں شرک کرنا جائز ہی جائز ہے بلکہ حسن نیت اور پاس مشریعت ہو جو تو شخمن بھی۔

رسی وہ امداد اور حسن سلوک بول وقت احتیاج مدد اور قرض دینے کی صورت میں ہو تو اسے بھی شریعت نے صرف جائز رکھ لے بلکہ قابل تعریف ٹھیرا ہے اور اگر معاملہ پڑو سی کا ہو۔ چاہے یہ پڑو سی ہو یا ہندوی، انصاری، کیونٹ، ہندو کوئی بھی ہو۔ تو اس طرح کا سلوک واحد قرار پاتا ہے۔ جن حدیثوں میں یہاں یوں کے ساتھ حسن سلوک کی عنعت تائیدیں آئی ہیں ان میں سلم دکانی کی کوئی تقریب نہیں۔ پھر بھلا شیعہ بھاگر ایسے بخوبی کیوں کر ہو سکتے ہیں کہ ان سے حسن سلوک لے دندھا ٹھیرے۔

الشترنگ نظری اور بیان الدینی سے بھاگتے۔ یہ معلوم ہے کہ بعض کم سواد ہو لوئی اور واعظ نہ ہر بک نام پر اپنے کالے دماغ سادہ لوح مسلمانوں کے دماغوں میں اُن تارے پھرتے ہیں اور

نہیں بھی تو اور کیا بھی کہ فاران کی اوف سے ایک اسی شخص دندھا ہمی دبایی، بالکل نامزد اور صداقت سے وقت سے کسر متصادم پیغام لیکر اٹھا اور قتل ہی مدت میں ان سے شاہزادہ جیشوں، خامیوں کی ذہنی کایا پلٹ ہو گئی جن کے فوج خوج ایمان لائے کا تذکرہ قرآن میں موجود ہے۔ یہ آخر کیا تھا کہ انتہائی وحشی، سفاک، انصراف عرب چھٹائی صدری سے بھی کم مدت میں ہمہ دب، رحیم وغیرہ، سلیمان مدد اور اخلاق کے مجھے نظر آئے۔

سادہ ہی بات ہے کہ حدیث کی اطاعت کے طالب حضرت میلائی دوبارہ اس دنیا میں تشریف لے یہ آئے اور نصرانیوں کے انھیں بچاں لیا تو حضرت عیینیؑ کی اس نصیحت کو قبول کرنا ان کے لئے بہت آسان اور بالکل قدرتی ہو گا کہ اس پرستاروں کے تھے جس دن کو میرا دین بھجو رکھ لے وہ فی الحقیقت میرا دین ہے ہی نہیں بلکہ وہ تو تھاری اور تھاں پر غلط کوش احمداد کی تحریفات کا پاندہ ہے۔ میرا دین تو اصل دینی تھا جس کی میں اُخری پیغمبر محدثے کی۔ اسی کا نام اسلام ہے اور وہ ہی الامن تمام انسان و رسول کا در رہا ہے۔ لہذا نجات چاہتے ہو تو اسلام قبول اگر وکرہی پیچا دین میتو ہے۔

جب تمام نصرانی اس آواز پر لیک کہہ اُنھیں گے تو یہوں کے لئے یہ باور کرنا کبھی مستعد یا محال ہو گا کہ ہمارا معاملہ بھی ان سے مختلف نہیں۔ ہمارے پیغمبر موسیٰؑ بھی شاید سیری دین لائے ہوں اور ہمارے آبا اور احمدانے اسے بدل سدل دیا ہو۔

القصہ عقلًاً تو اس عقیدے میں کوئی جھوٹ نہیں جو حدیث سے متقادہ ہے بلکہ آپ اگر اپنے ہم و علم کو حدیث سے زیادہ معتبر سمجھتے ہو تو چاہے عقیدہ رکھ کر ہمیں اس سے فی الحال کوئی دلچسپی نہیں۔ جیسے بستے سے ہو پھر بھی دیکھا جائے گا۔

اسلامی اخلاق

سوال علی :- از جھنن۔ رائے بریلی (الصیراحد)
اگر کوئی سُنی اپنی شیعہ کے یہاں کی تقریب میں یا شادی کے

باہمی افتراق و نزاع کی آگ بھڑکانا ان کا دامنی مشغله ہے۔ یہ مولویوں کے ٹھیکیں جو توں کا ہارڈا یتی ہے۔ نڈال سکیں تو تم سے کم اچھیں روٹی ملتی دیجئے۔ پھر یہ آپ کی طرف رخ بھی ہیں کریں گے۔

انہماً مُنْتَهٰ مُدَّا کَوْ

سوال شیء۔ از۔ رضوان اللہ۔ گورنچور

میں جس محلے میں رہتا ہوں اس میں کچھ مغرب ترہ الیے بھی آدمی ہیں جن کا کہنا ہے کہ ہم خدا پر ہیں اور یا مان ہے یا نہیں تکین ہیں ہوتی ہے۔ غصتی کہ وہ سب اور دوسرے ایسے ماری ہیں اس لئے ان کو قرآن اور حدیث و غیر کچھ پڑھنا ممکن ہے جہنے ان کو تین دن رات کافی کافی دیر تک سلامی اور سانحی دلائل سے کھایا اگر بھر بھی وہ بھی کہتے ہیں کہ بھی ہیں تکین ہیں ہوتی کہ خدا ہے یا نہیں ہے۔ ایسے آدمیوں کو کس دائرے میں رکھ دوں۔

میں ایک نقلابی ذہنیت کا ہوں ڈرتا ہوں کہ کہیں میرے منہ سے کھات غلط نہ تکل جائے۔ میں نے غصتیں یہاں تک کہہ دیتے کہ:-

تری نگاہ میں ثابت ہیں خدا وجود
مری نگاہ میں ثابت ہیں وجود

مگر حدیب ہے کہ خدا روش کے یہ نادان نام ہوا ملائیں ہم لوگوں کے دیکھتے دیکھتے ہی کفر و زندق سکھتے ہیں اگر جائیں تو خدا کو میں کیا جواب دوں گا۔ واضح ہے کہ وہ اب دنیاوی ثبوت منجھیں ہیں۔ میں نے سامنے سے بیسوں ثبوت دیتے ہیں کہ بھر بھی دیسی مرشی کی ایک ٹانگ کی رٹ موجود ہے۔

اجھا عاش:-

منکم ہوتلے آپ نے خود کو دیں، وا مان کا ٹھیکیدار سمجھ رکھا ہے ورنہ اس اندیشے میں گرفتار ہوتے کہ باوجود بھائی کے یہ لوگ کافر و زندقی مرجع کو آپ خدا کو کیا جواب دیں کے بعد م سورہ خاصہ کے یہ فقرے ذہن میں تازہ کیجئے۔

اللہ تعالیٰ اپنی صنعت کے چند نمونوں کا ذکر فرمائے

کہتا ہے کہ اگر منکر بن و کافر بن پھر بھی ہیں ملتے تو ایسے پھر قدر تکرا انتہا نہ ملے کیونکہ آپ تو میں بصیرت کرتے رہ چکے لکھت ملائمم و ممضطہ آپ کا منصب بصیرت کرنا ہی ہے، ملا ممن تو میں و کفار آپ کو ان پرستہ ہیں کیا الیے قیعتِ مُنْتَهٰ اللہُ العَذَابِ دا ان کا ذمہ دار ہیں بنایا گیا ہے، الْأَكْبَرُ أَنِ الْيَقِنُ لَا يَعْمَمُ ہاں جو سرتاںی اور کفر کر گیا سے شکرِ رَأْيٍ غَلِيظًا حَسَابَهُمْ اللہُ خود ہی بڑی سزا دے لے گا۔ وہ بچکر جائیٹے کہاں اچھیں ہماری ہری طرف تو لوٹا ہے اور ہمارے ہری ذستے ان کا حساب کرتا ہے۔

جب دربے بڑے اور خاتم الرسل پھر کا یہ معاملہ ہو تو بھل آپ اور ہم کس شماریں ہیں کہ دوسروں کے کفر و ایمان کی ٹھیکی باری کر سکیں۔ آپ کا کام بس اتنا ہی تھا کہ ختنے والوں کی بات پیش کر دیں۔ جتنے دلائل نے ملکیں وہ دیوبیں پھر بھی کسی کی تسلیم ہیں ہوتی تو وہ حانتے اور اس کا رب۔ آپ دعا خود کر کریں مگر طوڑیں ہیں۔ کفر و ایمان کا معاملہ تو یہ ہے کہ خود آخری پھر سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:-

إِنَّكُلَّةَ لَنَفْدَىٰ مِنْ مَنْ تَحْكَمُ اُخْيَارُ مِنْ هُنْسُ کُجُنمُ
أَخْبَبَتْ وَلَكِنْ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ
يَعْلَمُ مِنْ يَسْأَعُ
بِهَا يَعْلَمُ دِينَ الْأَوَّلِ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ
اُخْيَارُ مِنْ هُنْسُ

پھر کون ہے جو مخفی دلائل و شواہد کے زور پر کسی کو ایمان طاعتیں کی دولت نہیں سکے۔ دعا تعالیٰ اور سائنسی ثبوت دعوہ باری پر بے شمار ہیں۔ ہر ذرہ، ہر پتہ، ہر ذری روح۔ ہر نظر آنے والی جیسا ایک بے نظر صافع، خالی، پروردگار۔ اور تا طردیدج کی گواہی نہیں رہی ہے لیکن بصیرت کا زادہ بگڑ جائے تو پھر اسی طرح ہرگز ابھی نظر سے او جھل ہو جاتی ہے۔ جس طرح کھیرے کا وکس غلط ہو جانے پر تصویریوں کا بکرا ہو جاتا ہے۔

ہم یہ تو کر سکتے ہیں کہ انکا دخدا پر کسی مسلم حکیم کو قبول ہوا ہے سائنسی پیش کی جائے اور ہم اس کا رد کریں لیکن ہمیں کو سکھتے کہ خواہ تو اہان سے شمار دلائل کو دہر لئے بیٹھ جائیں

مسلمان ہونے کے جرم میں بیکاری کی بیشان تہسیں کی جا رہی ہیں۔ پھر کوئی ندیہ بزرگ اور ترک اسلام ہی کا وعظ شروع کریں ایک بات کا حائزہ لیجئے۔ گیا ان کے بیان کی عورتوں کا راستے پر وہ دار ہیں؟ — اگر ہیں تو انھیں بتائیے کہ عورتوں کا راستے میں رہنا تو آج کے دورہ ہبہ میں دار ہی سے بھی زیادہ چھٹا اور ضمکلی خیز سمجھا جا رہا ہے۔ کیوں نہ آپ حصول عزت کی خاطر پرستے کا خائز کر دیں۔ پھر صرف خلائق ہی تک بات نہ رہے۔ عزت اور آذ بھلکت کی حق وہی عورتیں بھی جانتیں ہیں جو کچھ ٹوپیں۔ اس امرث ہیں۔ ماڑن ہیں۔ پر خصوصیں آپ اپنی عورتوں میں پیدا کر سکیں اور پھر یہ بھی ملتے ہیں کہ آپ کو اگر لیں کہ آپ کی جان بیٹی کی اجنیہ جوان ساقیاں روم میں رقص کر رہی ہے تب جیکہ سوت پوٹ آپ پر خوب کھلے گا اور دار ہی مونڈنے کے کامل مناقع مالی ہوں گے۔ محترم صاحبی! امولوی ہی برباد نہ ہو گے ہوتے تو ساری قوم کا خیر اتنا بھی نہ رکھتا۔ کیوں اخراط ہم کہیں نفرط۔ جوان کے چکریں بچنا اس کا حشرت وہی ہر کجا جو عطا ہیں کے بھی چڑھتے ہوئے ملین کا ہوتا ہے۔ الهم حفظنا۔

بے تعلیمی کارچان

سوال ۸: از۔ حمید الدین عرب اخبار دعوت مورخ ۲۴ ربیعہ نعمان ۱۳۷۶ھ تقریباً نسبتیں کمی صہابہ کا ربانی کے زیر عنوان ایک مضمون شائع ہوا ہے اس میں دو مشائیں طبع درج اخبار ہیں:-

- (۱) ”قریبی ۱۰، ۱۱، ۱۲“ اور ”۱۳“ تک کی جاسکتی ہے۔
- (۲) ”بھیڑ پر گھر کی طرف کے جائز ہے۔ حضرت عطاء بن يسار کہتے ہیں میں نے حضرت ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قربانی کی کیا یقینت تھی؟ انھوں نے جواب دیا کہ ایک بگری تمام گھروں کی طرف سے ذبح کی جاتی۔ اس میں سے خود بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے ہو راب تو فخر و مہماں کا ذریہ بن گئی ہے۔“

جو حدائق مانند والوں نے بار بار مشکل کئے ہیں۔ حاضر جواب یہ ہے کہ الگ ری تغرب نزدہ حضرت خود کو مسلمان بھی کہتے ہیں تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مسلمان ہرگز مستحب ہے ندان سے مسلمانوں حسیماً معاشر ہیں۔ اور الگ ری کی وجہ سے یا ازم کے مدحی ہیں تو اپنیں ان کے حال پر چھوڑ دیجئے اپنی استعداد کے طبق تصریحت کرنا آپ کے بس میں تھا کہ آپ کرچکے اب یہ پھر بھی شکیک ہی میں گرفتار ہیں تو اللہ خود حواسیہ کرے گا۔

ید گہر مولوی

سوال ۹: از۔ اشفاق احمد۔ مظفر پور۔

ہمارے ایک مولوی صاحب ہیں جو اپنی دار ہی نہایت ہی چھوٹی رکھتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ دور حاضر میں خانہ پڑھنا روزہ رکھنا بڑے دسرے فراغن کا ادالگنا ضروری ریاست دین کے ہے۔ لباس و پوشال، مسلک و صورت نیز دار ہی طری رکھنے کی پابندی ضروری نہیں ہے۔ بلکہ اس دور میں ضروری ہے کہ دار ہی چھوٹی رکھنے جائے اور یہ علمائے دین جس سے ہمارے لباس کو پہننے کی ہدایت فرمائے ہیں اسے نہ پہن جائے کیونکہ ایسے لباس پہننے اور اسی مسلک و صورت والے حقادت اور ذلت کی نگاہ سے دیکھ جاتے ہیں۔ خاص کر دار ہی والے سے ہر کس وفاکس نفرت کرتا ہے۔ مولوی صاحب کا مشاہدہ ہے کہ اس نعمت میں انگریزی لباس اور انگریزی مسلک و صورت اختیار کی جائے۔

چونکہ وہ مولوی صاحب ہیں اور تصحیح قرآن و سنت ہیں لہذا بات ذرا مکمل کی ہے۔ برآہ کرم بذریعہ تعالیٰ عصیر فرما کر منون فرمائیں کہ جناب مولوی صاحب کی بات کہاں تک صحیح ہے؟

اجواب ۹:-

ان مولوی صاحب نے بڑی رہایت برقرار کرتا۔ فقط دار ہی اور لباس تک رکھی را فرمایہ ہے کہ آج کے مدد و ممان میں تو مسلمان ہرنا ہی تحریر الفتحیکے تیروں کا لشان ہے اور

فروع نہیں پاتا چاہیے بلکہ اونچے درجے کے علماء ہی تک شیخ رہنا چاہیے کہ وہ کس شکل میں ترک تعلیم کو انساب خیال فرمائے ہیں اور کسی ہی نہیں۔

یہ رائے ایک مفصل حضور کی طالبی ہے۔ یہاں استنے ہی اجمال پر انقاومتے چوتے جواب عنان کیا جاتا ہے۔

(۱) امت کا سوا اعظم حنفی ہے۔ خصوصاً ہندو یا ایکیں تو احافی کو بہت ہی غالب انتہیت ماحصل ہے۔ جماعت اسلامی الگرپ فقط احافی کی جماعت نہیں اس میں بھی مسلمان ہے بلکہ مسلمان شامل ہیں، لیکن کثرت بہ عالم احافی ہی کی ہے۔ اس صورت میں اس کا جماعتی اور دین روتوں (اگر و تباوہ) فقہی مسائل کا بیان ضروری ہی سمجھے تو ان ہیں سے تقليدی کام ظاہر ہے نہیں ہونا چاہیے۔ یہ مشورہ مخلصاً ہے۔ پھر بھی اس کے قبول میں شامل ہو تو یہ بہ عالم حظوظ رکھنا چاہیے کہ جو مسئلہ مسلم حنفی سے ہٹ کر بیان کیا جائے اس میں تشریح بھی کردی جائے کہ یہ مسلمان مسلم کا مسئلہ ہے۔ اگر تشریح کے بغیر مسائل بیان ہوں گے تو قارئین قدر تباہی بھی بھیں گے کہ مسائل فقہ حنفی کے ہیں۔ یہ مخالف الطائفی ہوگی اگر ان مسائل میں فقہ حنفی کے علاوہ بھی کسی فقہ کو شامل کیا گیا ہو۔

قریانی کے باشے میں صرف احافی کا نہیں مقصود اور حابلہ کا بھی بھی نہ ہے، کہ اس کا آخری وقت ۱۲ (اذی القعده) کی شام ہے۔ ۱۲ کا سورج غروب ہوا اور قربانی مسنونہ کا وقت ختم ہگھو۔ یعنی ایام خاص صرف تین ہیں۔ ۱۱، ۱۰، ۱۲ (اذی الحجۃ) صرف شافعیہ کا نہ ہے یہ کہ ۱۲ (اذی الحجۃ) بھی ایام خرچیں شامل ہے اور وقت قربانی کا اختتام ایام تشریح کے اختتام کے ساتھ ہے۔

یہاں ہم یہ بحث نہیں کرتے کہ شافعیہ کا مذہب مرجوح اور باقی ائمہ کا لائق ترجیح ہیں ہے۔ یہ بہ عالم طبقہ ہے کہ سی او اعظم فقہ حنفی کا پیر ہے لہذا مخصوص تکار پر لازم تھا کہ الگ مسلمان شافعی بیان ہی کرنا تھا تو توضیح ضرور کر دیتے کہ ۱۲ (اذی الحجۃ) کی قسم باقی صرف شافعیہ کے یہاں ہے۔ باقی تینوں معروف مکاتب فقہ ۱۲ (اذی الحجۃ) کی شام کو وقت آخر قرار دیتے ہیں۔

جماعت اسلامی کی ڈائری سلسلہ میں قربانی کے مسلسلہ میں ایک جگہ یہ درج ہے کہ "در ۱۲ ارڑی تینوں دن قربانی دے سکتے ہیں" اور توڑت کے تخت درج ہے "یہ بھی ہے کہ ۱۲ ارڑی تک قربانی دے سکتے ہیں"۔

(۲) دی یافت طلب امر یہ ہے کہ ۱۳ (اوپر) صفر رحمۃ اللہ علیہ کا مسلمان ۱۲ (ارڑی الحجۃ) قربانی کے جواز کا قال ہے ۱۲ (ارڑی تینوں تک) قربانی کی توسعہ کی ۱۳ (کا مسلمان) کے تکلی ہے۔ ان دونوں مسلکوں میں احسن کو اتنا مسلمان ہے۔

اور خوب ایک بکری سائے گھر کی طرف سے دی جاسکتی ہے تو کیا اس کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ اس گھر کے بقیے افراد پر قربانی واجب ہوئے ادا ہو گئی۔ اگر جواب نہیں میں سے تو مزید گذاش کی ضرورت نہیں، ورنہ عرض ہے کہ اگر ادا ہو گئی تو پھر کائے، اونٹ وغیرہ کی قسر بانی میں مراتب کی قید عبیث ثابت ہوتی ہے۔ خضر وحاشی کے لئے جو ای کارڈ حاضر ہے تفضیل اگرچہ تیس درج ہوتا ہے مگر حضرات بھی مستفید ہوں گے۔

ابخواریہ: -

خدا جلت تھتہ کی حضور کی صاحبی پروردہ قلم فرمایا ہے۔

معلوم ہوتا ہے وہ غیر مقتول ہیں۔

احتیاج اور ضرورت کے وقت اپنے فقہی ذہب سے ہٹل کی دوسرا سے فقہی ذہب پر عمل اگرچہ بعض علماء نے جائز رکھا ہے لیکن یہ جواز طریقی احتیاط اور قبود میں مختص ہے۔ جو لوگ ان قبود کی پروانیں کرتے اور امت کی آسانی کے لئے بے تعلیمی کے رححان کو مقبولیت دیا چاہتے ہیں وہ نیک نیت پر ہو سکتے ہیں مگر دوراندشیں اور مدد برہنیں ترک تقلید میں کچھ آسانیں اور سہو لیں ضرور ہیں مگر دینی نقصان مقابله نہ یادہ ہے۔ خصوصاً آج کے زمانے میں ترک تقلید ہڑا ہی منتظر ہے۔ ہم تنگ نظری اور جو گود کا پسند نہیں کرتے۔ تیرہ ماہ سے نہیں دیکھ سائل دینیہ میں عوام کو زیادہ سے زیادہ سہولت دینا حکمت، مشریعہ، مصلحت ہر رخواط سے شخصی حقیقی ہے۔ منتشردار اور لکیر کے فقیر علماء و فقہاء کو ہم اشمند نہیں بھتھتے لیکن ان خیالات کے باوجود ہمساری سوچی بھی رائے ہے کہ عوام میں بے تعلیمی کا رجحان ہرگز ہرگز

اپنے خانہ کا فرضیہ تسلیم بانی ادا ہوتا تھا۔ قربانی ہر شخص پر ضروری نہیں بلکہ صرف ان لوگوں پر ضروری ہے جو قادعہ شریعت کے لحاظ سے اس برقدار و راس کے اہل ہوں۔ حضور کے اپنے خانہ میں کسی تکمیل پاس اتنا مال تحاکم اس قربانی کا وجوہ ہوتا ہے ایک بکری حنفیوں کو سب سے ذبح کرتے اس کی حیثیت حسن توڑع اور استحباب کی ہوتی۔ یہ نہیں کہ اپنے خانہ میں سے کسی پر شرعاً قربانی کا حججی کی اور حضور نے ایک ہی بکری ذبح فرمائے اسے اپنی اور اس کی طرف سے کافی سمجھا۔

جماعت اسلامی کی دائری والے مسئلہ کا جواب پہلی شش میں پوچھا۔ مزار ذی الحجه کو یہاں خرمی شامل کرنا مسلک شافعیہ کی رو سے درست ہے لیکن اس کی صراحت ہوئی چاہئے فقط یہ لکھ دیا کہ۔

”یہ بھی ہے“

اجمال و اہم رکھتا ہے۔ ہمارے فارمین یہی سمجھیں گے کہ جس طرح بعض اور مسائل میں خود فقہ حنفیہ میں ایکسے زائد اقوال میں اسی طرح ایسا قربانی کی تھیں میں بھی مزار ذی الحجه کی مشمولیت کا قول احتماف ہی کے کسی عالم و فقیر کا ہو گا ان کا ذہن اس کی طرف ہرگز نہیں جا سکتا کہ یہ قول شواع کا ہو گا۔

نماز عید اور حوت

سوال اٹھا۔ اے نور الدینی۔ مبلغ بیٹر

سرور دزدہ دعوت دہی کی اشاعت سورہ ۲۷:۶۸ کے بعد اپنے نمبر میں مضمون بعنوان ”قربانی“ کے تحت رقم ہوا کہ ”عیدگاہ کی حاضری سورتوں پر داجبیت“ تھہ کتواری بلکہ حیض دالی سورتوں کو بھی بغرض دعاها حضری ضروری نہ تراویحی کی۔

اجواب اٹھا۔

خدا جانے ”دعوت“ والوں کو کیا ہو گیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ جماعت اسلامی والوں کو اپنے اخبار میں فہمی

(۲) بھیر کی قربانی کے سلسلے میں حدیث کے حوالے سے جو بات کہی گئی ہے وہ الگ چیز اپنی روایتی حیثیت میں درست ہے لیکن روایت کو معینہ علیہ فتوحاء نے کس محل میں لیا ہے اور قانون شریعت کی طرح پر کیا تراجی اختیار کئے ہیں ان کا لحاظ رکھنے بغیر اس طرح کی روایات بیان کر دینا حکمت دنادالت کا ماحصل نہیں ہو سکتا۔ اس سے اچھے نہیں سمجھا اور تاریخیں بھی غلط مطلب نکال سکتے ہیں جیسا کہ سائل کو غلط فہمی ہوئی ہوئی۔

در اصل اس پر تمام مستند فقہاء متفق ہیں کہ سات حصے اونٹ اور گاڑے بھیں ہو سکتے ہیں بھیر بکری بھیں بھیڑ بکری صرف ایکسی شخص کے ذمے کا فرضیہ ادا کرنی ہے۔ فلسفہ ہم نے اصطلاحی مفہوم میں نہیں بولا۔ قربانی اصطلاح سنت مذکور ہے جو کم و بیش وحوب کا مرتبہ رکھتی ہے۔ ذبح نہیں۔ لیکن یہ وحوب نہایت اعلیٰ حشم کا ہے اس لئے فرضیہ کا لفظ پوئیں میں حرج نہیں حسوس ہوتا۔

جو روایت بیان کی گئی اس سے شافعیہ پر ایسا مسلک اخذ کیا ہے۔ ان کا مسلک یہ ہے کہ بھائے خود ہر واحد استعلت کے لئے تو قربانی ”سنت“ ہے لیکن جو افراد اس کی کفارات میں زندگی گزار رہے ہیں ان کے لئے سنت کفایہ ہے۔ مگر یا مگر کے سربراہ اور فتنے دارے الگ اپنے حصے کی تحریانی کردی تو اب ان تمام افراد کے ذمے سے قربانی کا لازم ختم ہو گیا جو اس کے زیر کفالت ہیں ان افراد میں سے کوئی اپنے حصے کی تحریانی کرے گا تو اب کا حق ضرور ہو گا لیکن نہیں کیا تو گناہ کار نہ ہو گا۔

اخات کا مسلک اس سے قدرے مختلف ہے۔ وہ قربانی کو سنت کفایہ نہیں سنت ہیں بھی مانتے ہیں اور جو لوگ کسی کی کفالت میں زندگی گزار رہے ہوں ان پر بھی اس کی زندگانی ڈلتے ہیں جب کہ ان میں سے کوئی قسم ایسی کا اہل ہو۔ اس جزوی اخلاقی اور مذکورہ بالا روایت سے یہ ہر کس مسٹفے نہیں ہوتا کہ بھیر اور بکری میں ایکسے زائد حصے ہو سکتے ہیں۔ سرکار اگر ایک بکری تمام گھروں کی طرف سے ذبح فرمائے تھے تو اس کا یہ طلب نہیں تھا کہ اس کے متعدد گھروں سے متعدد

کی تردید ہمیں کی جائے گی بلکہ نفسی جواز ہی کو حل جیا جائے گا اور جس طرح امت کے تمام مستند فقهاء صلف و ملوف نے دوسرے سالت میں عورتوں کی مسجد میں حاضری اور ملٹے چہرے پھرنتے والی روایات کو معاشرے کے احوال و کو الفتنے مشروط کر کے یہ فصلہ صادر کیا ہے کہ عورتوں کو چہرے چھپانا ضروری ہے اور مسجدوں میں ان کا آنا منطبق شدہ حالت میں درست ہمیں ہے اسی طرح نماز عید کے لئے ہم بھی رہیں اور قطعاً ہمی فیصلہ دیا جائے گا کہ عورتوں کی اسیں شرکت مبلغ ہمیں رہی ہے۔

خد اکی پناہ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ تو یہ فرمائیں کہ اگر خدا کے رسولؐ آج زندہ ہوتے تو عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے روکنی یتے۔ حالانکہ جس وقت فقہیر اللامہ حضرت عائشہؓ نے یہ ارشاد کیا زمانے کی فضایا رہ ہمیں بھجو ہی تھی اور خیسراں القرون کی سعادت و طہارت بڑی حد تک ماحول میں جاری و ساری تھی۔ پھر بھلا آج کے زمانے میں کوئی ہوشمند عورتوں کو عید کا ہوں میں تشریعت دری کی "دعوت" نے ملتا ہے جب کہ فضایا شہوات دا ہوا اور عدو ان وطنیان سے بھری ہوئی ہے۔ جبکہ لذت پرستی کا دور دورہ ہے۔ جبکہ اخلاقی کمزوت اور جنسی بے راہ روی ہوا اور پانی کی طرح عام ہے۔

دعوت کا عینہ الضعی فہری اس وقت ہم اسے سامنے نہیں۔ خیال ہوتا ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ سیاق د ساق میں اس عبارت کا بھک اور ہی مطلب بن رہا ہو یہ سائل نے نقل کیا ہے۔ اگر ایسا ہو تو یہاں اب تبصرہ بھی ظاہر ہے نظر انداز کرنا ہر جا لیکن بغیر خوارد بیکھے فقط سائل ہی کے اعتماد پر تبصرہ ہم نے اس نئے کردیاں اقتباس بنظاہر ہوتے صاف کیا، اور مشمار لکھنے والے کا الرجح اور بھی رہا ہو تب بھی یہ اثابت ہی ہے کہ عام قاریکیں اس کا وہی مشمار بھی ہیں جو سائل نے بھا۔

حق طلاق

سوال:- (ایضاً)

مسئلہ کا کالم ہمیں دینا چلہیتے اور اگر دینا ہی ہے تو اس کے لئے ذمہ دار اور فرمی آدمی کی نگرانی قائم کرنی چاہئے۔

بھلا کون ہوشمند اس کا تصور بھی کر سکتا ہے کہ عیدگاہ کی حاضری عورتوں پر آج کے زمانے میں واجب تو یہاں چاہنے بھی ہو۔ حورتوں کی مسجد میں حاضری اور عورتوں پر ھلکے ملٹے چلنے والی روایات سے اگر آج کے مغرب دہ اور مادرت کیسی ذہن ناچاہا تو فائدہ اٹھاتے ہیں تو یہ قابل فرم ہے۔ افہیں اپنی آزادی اور نفس پرستی کے لئے بہتر ہی تو چاہئے۔ بہتر بہر حال بعض روایات سے مل ہی جاتا ہے لیکن جماعت اسلامی بھی دیندار و فرمی قسم کی جماعت کا کوئی کارکن بھی بعض خاص روایات سے قلیری مخالف ہے اور اجتہادی علماء میں اس حد تک مبتلا ہو جائے کہ آج کے دو یوناسکو دین صفت نازک پر عیب رکا ہے کہ حاضری اور بہانے لگے تو اسے حادثہ بکری کے سوا آخر کیا کہیں گے۔ جہاں تک نون کے متن اور اد پر ہی سلطھ کا تعلق ہے اس تک سے لحاظ سے عیدگاہ کی حاضری عورت پر واجب ہوئی ہے۔ کسی بھی کتاب فقریں دیکھ لیتے نماز جمعہ کے وجوب کی شرائط میں "ذکورۃ" بھی ایک شرط مطابق یعنی "مرد ہونا" اور نماز عید کے باسے ہیں ملے گا کہ اس کے وجوب کی دو شرطیں ہیں جو نماز جمعہ کے وجوب کی ہیں۔ فہریٹ اخوات کے بعض اقوال سے الگ کسی کو غلط فہمی ہو تو اسے محققین کی اس تفہیم و تنبیہ پر نظر کرنی چاہئے کہ الحنفیہ — قالوا اصلۃ العینین اجۃ فی الوضو علیہ من وجوب علیہ الجمعة (حنفیہ کہتے ہیں کہ فی الحیقت صحیح تربات ہی ہے کہ نماز عینین اٹھی لوگوں پر واجب ہے جو بر جمعہ واجب ہے)۔

تعدد ہونا وجوب و جوں جمعہ کی شرط تھیر لتو عیدگاہ میں حاضری عورتوں پر کس فہمی قاعدے سے واجب کی جا رہی ہے۔ قانون اپنی بالکل سلطھی اور ظاہری حقیقت میں بھی اس قول و جوں کو درست نہیں مانتا۔ رہی روح قانون اور صلحت متعینہ کی بات تو اس کے اعتبار سے تو ووجوب ہی

نہیں سکتی۔ اسلامی قانون میں حاکم عدالت کو خلع دینے پر مجبور کرے گا جبکہ عورت اپنا حق خلع ہونا ثابت کر جائی ہو۔ مرد نہیں اتنا تoxid حاکم جدا فی کرائے گا اور مرد کی بک پیش نہیں جائے گی۔

جود شواریاں ہماری راہ میں پیدا ہو گئی ہیں اسلامی قانون کے نقص کا سچ نہیں۔ نہ ہمارے فقہاء نے ایسے قوایں گھر طے ہیں جو عورت کے حق میں انصاف کو مجبور کرنے والے ہوں۔ فقہاء پر اندکی وحشت ہو وہ قوائد اور رسول کے علام تھے۔ اخنوں نے جو بھی پابندیاں کی مسئلے میں عالمیں وہ اپنی طرف سے نہیں کیں قرآن و حدیث کے ایمان سے کیں۔ آپ "کبھی" کے چل میں زیادہ نہ پڑائیے مرد اور عورت کے حقوق، اختیارات اور فرائض میں جو بھی ضریف اسلامی قانون نے رکھا ہے وہ اسی عادلات نسبت سے ہے جو ان دونوں جنسیوں کی فطری صلاحیتوں میں موجود ہے۔ نامناسب پابندیاں مردیاں عورت کی بوجھی فہماں نے پہلے لکھائیں تھے جس میں صیحت تو اصل یہ ہے کہ اسلام مغلوب ہے اور کفر غالب۔ اسلام حکومت ہے اور غیر اسلامی قوتیں حاکم۔ پھر اسلامی قانون کے تقاضے سچ طور پر یونگر پوکے ہوں اور وہ انصاف کہاں سے میراثے جو اسلامی آئینہ تالہے۔

نماز جمعہ کی بحث

سوال ۱۱: ازیڈ محبوب علی۔ محبوب تحریر داندھرا بریڈیشن
القول الجامع از مولانا عبد الرحمن مدینی رحمۃ اللہ علیہ
کے آخری اصول فذ الدکر شیعیان آپ کی کیا رائے ہے۔
آیا تو تحدی جمعہ شیعیان ہیں یا تعداد جمعہ سے ۹ دلائل اشارات
حدود و قبود صحیح ہے۔

یہ کہ دین بندی کی آبادی کیا ہے اور کتنی مساجد ہیں۔
ان میں سے کتنی مساجد میں جمعہ برپا ہے اور کیوں اور آپ کی
رأی سے میں دین بندی میں ایک مسجد میں جمعہ ہونا چاہیے یا ایک
سے زائد مساجد میں جائز ہے؟
یہ کہ تعداد جمعہ کا سلسلہ متعدد میں کا ہے یا متاخرین کا؟

یہ سلسلہ کہاں تک درست ہے بلہ کرم بعد حقیقی جواب
مشرف فرمائیں۔

اسلام میں جہاں مردوں کو طلاق کا حق دیا ہاں
عورتوں کو خلع کا حق دیا ہے۔ فقر میں مرد کی طلاق کو نہیں
اہم قرار دیا گیا، یہاں تک کہ اگر غصہ میں اور وقتِ احمد میں
تین طلاق دیا ہے تو طلاق پڑ جاتی ہے لیکن سوچ بھکر تحریری
طور پر بھی الگ عورت خلع لئے تو مرد کی اجازت کے بغیر خلع
نہیں ملتے اس لئے خلع کے ضمن میں اکثر عورتیں ایک حصہ
تک پریشان رہتی ہیں جب اسلام نے عورتوں کو خلع کا حق دیا
تو پھر اس کو اتنا مشکل کیوں بنایا گیا اور مرد کے لئے طلاق کو
اس قدر آسان کیوں کر دیا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خلع کے
حق استعمال میں نامناسب پابندیاں پابندی کی لگائی ہوئی ہیں
حقیقی کا طالب ہوں۔

اجواب علی:-

عورت اور مرد میں از رشتے نظرت بوجھی جو حقوق کا
مسخر نہ اسلام نے بوری فیض اضافی اور تو ادنی کے ساتھ اے
وہ تمام حقوق حفاظت کئے ہیں لیکن اسے گیکچے کہ مسلمانوں
کی بے جنتی اور بد شعاری کے باعثت اسلام ہی ہمارے ساتھ
سے غائب ہو گیا اور قانون چلانے کا سارا اختیار غیر اسلامی
ہاتھوں میں آگیا، ہزار جنی بھی مشکلات، ہماری راہ میں تیس
اور چھٹی بھی ابتری ہاتھے احوال میں پیدا ہو جائے اس کا بار
اسلام کے سرخیں جاتا بلکہ اسلام کا مقصد رہنے ہونا اسکا باعث
قرار پاتا ہے۔

دائعاً ہے کہ طلاق و خلع جیسے مسائل میں علاوہ بڑی
دشواریاں پیدا ہو گئی ہیں اور ہماری بے شمار ہمیں طالم مردوں
کے مقابلے میں اُس انصاف کو حاصل نہیں کر سک رہی ہیں کی
نہ لندھی اسلامی شریعت نے کی تھی۔

اگرچہ طلاق مرد ہی کا حق ہے۔ کیسے نہ ہو جب کہ مرد
نظر تا قوام ہے۔ اسے عورت پر ایک گونہ برقراری ماحصل ہے۔
اسی کے باقی میں فطرت نے عقد و نکاح رکھا ہے۔ لیکن
یہ سچھنا درست نہیں ہے کہ مرد کی رضاۓ بغير عورت خلع لئے ہی

بھیجیں ہی گئے ہیں تو طریقہ میں گئے کیا خاک۔ آئندہ آپ جب بھی کوئی سوال بھیجیں انداز تحریر ہافم ہونا چاہتے۔

ایک ہی شہر میں تعداد جگہ نماز جمعہ ہو سکتی ہے یا نہیں پرستہ متفاہی میں بھی چلا آ رہا ہے۔ احافی کی رائے یہ ہے کہ ایک ہی شہر کی متعدد مساجد میں نماز جمعہ ہو سکتی ہے یا نہیں شرط کے معمولاً بھی ہو سکتی ہے۔ شایدی میں اسی کو منع کر قول بتایا گیا ہے۔ البته پسندیدہ بات یہ ہے کہ بلا کسی ضرورت کے جگہ جگہ جمعہ نماز کیا جائے۔ ویسے بہت قرب کی ڈس مساجد میں متوازی جماعت کا ہونا اضافہ طور پر بد نما چیز ہے لہذا اکوشش یہی کرنی چاہیے کہ قریب کی ڈس مساجد میں جمعہ نہ ہو۔

البتہ حکومت اگر اسلامی ہوتا صورت مسئلہ میں تھوڑی تبدیلی واقع پڑ جائے گی۔ نماز جمعی کی بڑی ذمہ داری دراصل حکومت ہی پر ہے اہذا حکومت کو کوشش کرنی پڑے گی کہ ہر شہر میں بہترے ستر اتفاق ہو اور جماعتوں میں کم سے کم تعداد ہو۔ لیکن وہ ایک سے زائد مساجد میں نماز جمعہ کی اجازت الی ہی صورت میں دے جبکہ اس کے بغیر مسلمان خیص اور پرنسپی میں بنتا ہوتا ہیوں۔ پھر یہ بھی اس کی ذمہ داری ہو گی کہ حق الوشع ان رکاوٹوں کو دور کرنے کی کوشش کرنی رہے جو کسی شہر میں فقط ایک ہی جماعت جمعہ کی راہ میں حائل ہے بات اچھی طرح سمجھ لئی چاہئے کہ مختلف مساجد میں جمعہ اگرچہ درست ہے اور جماعتوں کے ادقات میں پھر حصل ہی ہوتا اضافہ کے نزدیک اس میں حرمت نہ ہو گی لیکن یہ بات جائز نہیں ہے کچھ لوگ اگر ایک مسجد میں جمعہ پڑھنے جائیں اور جماعت اخیں نہ لے تو یہ کسی اور مسجد میں جا کر اگلے بھی جمعہ قائم کریں ہو تو مسجد میں اگر جمعہ معمولاً ہوتا ہے اور اس کا وقت متلا ہے تو وہ مسٹ بعد مقرر ہے تو ان حضرات کے لئے انہیں بشرکت جائز ہو گی۔ لیکن خلاف معمول ہمیں جمعہ قائم کرنا جائز

اور جو از تعداد کے لئے ایک شہر میں قسم علاقہ "ناجیہ" گی تشرط ضروری ہے کہ نہیں جس میں سے ہرناجیہ شہر کا ایک مستقل مستقر اور اس میں کوئی کم سے کم مال نما افسر ہو جو حاکم جماز مسلم افراد کے امان اول کا ذمہ دار اور ظالم کو ظالم سے بچانے کا اختیار رکھتا ہو۔

یہ کہ ایک مستقر کوئی مسجد با جگہ ایسی نہیں ہے کہ سب مکلفین جمعہ اس میں نماز ادا کر سکیں تو مابقی افراد جو بعد میں آئیں یا جگہ نہ پائیں آ کیا وہ ظریبے جماعت بلا اذان اقامت ادا کریں یا اسی جگہ یادو سری کسی فعل کی مسجد میں جمع یا نہ سے با جماعت ادا کریں۔ یہ صراحت بھی چلہ ہے کہ دوسرا جمعبدا جماعت ہوتا طور پر بھی ممکن ہے یا نہیں اور اس عذر کی سار پر دسری جگہ مستقل جمعہ ادا کر سکتے ہیں یا نہیں ہیں؟ حالانکہ دو سانچیہ آبادی حکومت وقت کی جانب سے مقرر ہیں ہے اور نہ اس کا افسر جمایتعی نامہ، دانی، عامل یا بہ اصطلاح موجودہ "لکٹر" رینو وال پیکٹریا، اسکٹر پولیس نہ رہتا ہو بلکہ اس علاقہ مستقر کا ایک ہی روپیہ اسکٹر پولیس ہو۔

ظاہر الرد ایات دراصل مذہب خفیہ کے مکن الحبول کتابوں کے علاوہ مستداول متنوں و مشروح و مجموع فتاویٰ کی عبارتیں میں نظر اور تحریر اگمن و عن موجود ہیں اس لئے تھیقین مسئلہ کے لئے نفل جماعت کی چند اتفاقات کی صحت نہیں۔ البتہ تھیقین مسئلہ کے لئے ان چند اتفاقات کی صحت اور دھڑکت فرمائی جائے تو موجبہ ہم دھڑکت ہو گا۔ مفتیان کرام اگر تھیقین مسئلہ کے سلسلہ میں جماعت کی لعنت استشہاد و استناد کی ضرورت بھیں تو نور علی نور۔

الجواب علی ہے۔

سوال کا بہتر اسلوب آپ نے اختیار کیا ہے وہ ایسا ہی ہے کہ تم قلی کے مظہرات میں اسے مفہد نہیں سمجھتے۔ جعل کے مشترق ارین ظاہر ہے مادر اس کے فیض یافتہ نہیں اہذا مکتبی تیمحات اور ہمی مظلمات کو کیا سمجھ سکیں گے۔ جب

تشریف لائیں تو انہیں پاس نہ پہنچنے دیجئے۔ ان کے سفر قدم عبادتوں کے رہنے ہے خداون کو بھی بھی میں ملادیں گئے اور خورست شبے برکتی کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔

ختہ شکستہ

سوال: اے از محمد عثمان غافل سکندر آباد (اندھرا) بعد سلام صفوں عرض ہے کہ میں نے ایک اردو طیب رسالہ میں ختنے کے عمل جزا اچی اور اس کے طبق فائدے متعلق ایک تضییں لکھا تھا۔ اُسے دیکھ کر میرے ایک دیرینہ کو مفراء نے رسیم ختنے کی مخالفت میں بھی ایک طویل خط الحلال ہے جس میں مختلف رلائی سے اس عمل کو غیر ضروری اور لغو قرار دیکر خلاف قدرت ثابت کرنے کے لئے طریقہ اور لگایا ہے۔ اس ضمن میں اس خط کا متعلق حصہ بجیسے ملاحظہ کرای ہیں پس کردا ہوں اور احمد دار ہوں کا سے تجھی کی سی قریبی اشاعت میں تمام وکال شائع فرمائکروں پر تفصیلی نقد و نظر فراہیں جئے تاکہ اس سکل کے تمام ہیلو استفادہ عام کے لئے سامنے آجائیں۔

خط

ہارڈ اکٹر صاحب میں نے گذشتہ خطبیں ختنے کے بارے میں جواہار خیال کیا وہ ازر و نئے نکتہ بھی نہیں بلکہ طبور خورست چیزیں کیا اس رسیم عجیب پر میں پرسوں سے غور کر رہا ہوں مگر سوائے غیر متمدن ہوئے کے اور کوئی بات سمجھیں نہیں آتی کہ اس کا ذرائع ان کوئی میں حکم ہے نہ حد ثنوں میں تائید ہے مگر اس کو سنت اپر ایک کہہ کر اس تدریج الائگیا ہے کہ توہہ ہی بھلی گویا اس کے بغیر نوؤذ بالشکوئی مسلمان ہی نہیں ہو سکتا کہ یہودی بھی بھی کہتے ہیں کہ اس کے بغیر سچا یہودی نہیں ہو سکتا اور دوس دس پندرہ پندرہ دن کے پھوپھو یہ صیبتوں کو جاتی ہے وہ بیان نہیں کی جاسکتی۔ میں نے کہتے ہی بچکے اسکی صیبتوں کے معاملات ہوں یا زکوہ و فربانی کے۔ شیرازہ بندی اور نظم و ضبط کی تمامی کوششیں غیر سرکاری ہی دائرہ میں کم مدد و مہی پاہیں اور حکومت کے نمائندے اور زناجہ کی جیشیت سے تو اگر جنید و شبیل بھی سربراہی کے لئے

نہ ہو گا۔ ایسے لوگوں کو نماز خپڑے مصی چاہیے اور وہ بھی بلا جماعت تھا تھا۔ اور یہ جنابے کلکٹروں اور ان پیکٹروں کا ذکر کیا چھسٹر دیا۔ آج اگر کہیں حسناتفاق سے اسلامی حکومت قائم ہو جاتے تو بے شک اس کے چندے داروں کے نے یہ جدید اصطلاح میں حرام نہ ہوں گی لیکن جب تک یہ حکومت قائم نہیں ہوتی مروجہ حکومتوں کا تعلق جمع سے چوڑنا اور اس کے کلکٹروں اور ان پیکٹروں کا ذکر اسی انداز میں کرنا جس انداز میں فقیہ اسلامی حکومتوں کے عمال کا ذکر کرتے آئندے میں پرنسپرے کی سادھو جی اور نافی ہے۔ آجکل کی حکومتوں سے خدا کی پشاہ۔ ان کے نائبون اور اسکردوں کا تو اگر رسالہ بھی اسلامی عبادتوں کے نظم پر پڑ گیا تو بھی سب کچھ فارت ہوا۔

بات دہ کرنی چاہیے جو واقعات و حقائق سے منسٹ رکھی ہو۔ جمعہ کے باب میں عامل نما افسروں اور حاکم جواہر کے نائبون اور ان پیکٹروں وغیرہ کا آخر سوال ہی کیا پس اپنے تباہی جو کہ ہے دیں میں حکومت، اصول اسلامی اور حکومت ہندو مرت کی ہو۔ اس حکومت کے مسلمان ہی نائبین اور افسران کا باب دیکھ کر ہی نہ ہے ہیں کہ دین و مملوک اور صداقت و دیانت کے سرخ پر کتنی بے ضمیری بے چانی، نفاسانیت اور شفاوت کا ثبوت نہ ہے ہیں۔ ایسے ہی نائبون کو اگر بھی جمعہ کے معاملات میں خلیل ہونے کا موقع دیدیا گیا تو یہ ایسا ہی ہو گا یہی قاربانوں کے ہاتھ میں دذارت خزانہ کا قلمدان اور شرابیوں کے ہاتھ میں خوکیک اخلاق و تقویٰ می کی زمام دیدی ہے۔

بھاگ ان بروہ فردشوں سے۔۔۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ جمعہ ہو یا عیدین، وقف ہو یا میراث، نکاح و طلاق کے معاملات ہوں یا زکوہ و فربانی کے۔ شیرازہ بندی اور نظم و ضبط کی تمامی کوششیں غیر سرکاری ہی دائرہ میں کم مدد و مہی پاہیں اور حکومت کے نمائندے اور زناجہ کی جیشیت سے تو اگر جنید و شبیل بھی سربراہی کے لئے

تحت جبشی عورتوں کی بھجو خفتہ کرنے کا رواج دشی قوموں میں رواج ہے جو بالکل جائز ہے، لیکن بلا ضرورت ایسے اہم جزو کو انسان کی حیثیت سے فضیلیں رسم کے لئے علیورہ کر کے خوشیاں منانے اہم انسانی سے بالا نہیں ہے۔ آپ کے لئے مخصوص ہیں خفتہ کے فائدے کے ضمن میں خوبی فرمایا ہے کہ حالیہ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ بچے کے پیدا ہونے کے بعد ہی خفتہ کردی جائیں تو اس سے فضیل کا سرطان نہیں ہوتا جس کا میں نے ساری عمر نہ تو کوئی تذکرہ نہ نہیں اور یہ کسی کتاب میں پڑھا تو کویا اس عمل کو حفظ نال قائم کا رقم دیا جاتا ہے کہ مرض سے پہلے ہی مرض کی جرود کی کاش دیا جائے تو انہیں باشجھے بالشروع کے مصادر ایضاً خفترت انسان ہیں کی میں بجا تے رہیں گے۔ پس اس نظریہ پر عمل کیا جاسکتا ہے تو انسان کے ہر حصوں میں بخاری پیدا ہوتی ہے اہم الازم آتا ہے کہ آنکھیں بیماری پیدا ہونے سے قبل الگ انکھنکال بر پھینک دی جائے تو طرح طرح کی بیماریوں سے بخات پانی جاسکتی ہے۔ یا زائد ہے جو عموماً بیماری سے متاثر ہوتا رہتا ہے۔ پس بیطری اختیاط بچے کے پیدا ہوتی ہی دانت کے زائدہ درد دی جو کاٹ کر ہٹھنا دیا جائے تو فرمائیے نسلہ تو یعنی کی طرف کس طرح کھٹکتا ہے کہ آجیں کے ذکر لکھتے ہیں کہ اللہ میاں نے اس کو غلطی سے نہادیا ہے ورنہ جسمانی ستم کے لئے اس کی ضرورت نہ تھی طریقے میں تقریباً سو سال قبل زائدہ کے آرٹیشن کو غلط بتایا یا کیا اور کہا یا ہے کہ اگر اس کو کاٹ کر ہٹھلے یا جائے گا تو اس ان اس بھروسے امام سے سخون ہوتے ہیں کہ جس کو قدرت نے بڑی صلحت سے اس آنت میں رکھا ہے جو EKEREKA کو تو یعنی ڈھیل کر امعاء مستقیم سے خارج کر دیتا ہے میں ڈاکٹر ہنس اور نہیں سوچ کے سامنے چڑاغ جلانا چاہتا ہوں کہ ماشمار اللہ اپنے خود کاکٹر ہیں ان معاملات کو بخوبی سمجھتے ہیں، لہذا اعضا کی سے ضرورت کاٹ جھانٹ کوں جو دیکھ جائز تصور فرمائے ہیں محتاج بیان نہیں پایا جاسکتا لیکن جہاں ضرورت ہو تو فتنل الحکم کو کھینچوں ہیں، الحکم نہ کرت کی کی

پڑے گے اور جبکے یہ پی کمر و رہی چلا آتا ہے۔ جہاں تخلیف کے علاوہ جو اس پر اندھاد معدن خرچ کیا جاتا ہے وہ ایک دوسری صیحت ہے اور اتنا سمجھنے کے بعد جاں گیا ہے ایسی کہ ہم اپنا غضہ ہی کھو بیٹھے جو قدرت نے بطور غلاف ہم کو عطا فراہیا ہے تاکہ خطف جیسے تارک مقام کی بدرجہ اتم حفاظت ہو سکے۔ یہ قدرت کا بڑا اختیار ہے کہ وہ ہر جیز کو حفاظت کرنے والوں عطا فرماتی ہے جس کا مشاہدہ نہ صرف ذی روح اجسام میں ہو سکتا ہے بلکہ شیرذی روح بھی اس سے سچ کر سکتے ہیں جو اس کی رو بیت پر دال ہے چنانچہ انسان کو دیکھنے لئے کوہ مرتا یا غلاف یا جلد سے ڈھکا ہوا ہے جس کے گوناگون انعال ظاہر ہیں اسی غلاف کا بچہ حصہ حرکت پذیر بھی ہوتا ہے جو ارادی اور غیر ارادی ہوتی ہے مثلاً آنکھ کے پہنچے ہیں جو متحرک اور غیر متحرک رہتے ہیں، جن سے نہ صرف آنکھی حفاظت ہوتی ہے بلکہ وہ سچ آنکھ کو رطوبت سے تربھی رکھتے ہیں جو قدرت کا عجیب کشمکش ہے دوسری حرکت پذیر کھال نسلکی کی ہے جو خود حرکت نہیں کرتی مگر ضرورتاً اس کو اتنا پڑھنا جا سکتا ہے اور یہ حشف کی حفاظت کا غلاف ہے جہاں احصاپ کی مرکزیت قائم ہے کہ گیا DEAD END ہو گیا ہے اس کو بھی صلحت خداوندی نے پڑھنا تھا جس کے بغیر خحف غیر محفوظاً ہو جاتا ہے۔ اب خدا کی مصلحت کے غلاف حضرت انسان کی کاریگری دیکھئے کہ اس کو بلا سبب اور وجہ کے کاٹ کر ہٹھنے دیا جاتا ہے اور اس عمل کو شرعاً اور سنت کا نام دیکھنے عمل تقدیم قرار دیا جاتا ہے جس کی روایتی جیشیت کچھ بھی ہے، دراصل اس کو دشیانہ حرکت کے سوا کچھ نہیں دے سکتی، بلکہ اگر اسکے بھی غلاف وضع فطری کہا جائے تو بغیر میزدھی نہیں ہو سکتا کہ یہ عمل بھی غلاف فطرت ہے یہی سپر اور گیا انشا کے حکم میں داخل دل معقولات ہے جسے عقل سلم بھی گوارا نہیں کر سکتی۔ البتہ ضرور تا حکم DORE SKIN بہت بڑھ گیا ہے اور تخلیف دہ ہو گیا ہو یا کوئی اور بیماری تک کمی ہو اسکے آپریشن میں مفاد افقار نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اسی ضرورت کے

خود انتظام کیا اور جذب عزیز دوں کو جمع کر کے خود ختنہ کر لئیں اور مرد انسانے میں سچے چل کر اندر جو بیلی میں چلا گیا جکہ میں وہاں سے غائب ہو چکا تھا کہ میں اس ORDE R L کو دیکھ لیں سکتا تھا اور میں کیا اچھے اچھے سورا بھی ایسے موقع پر کھلکھلاتے ہیں۔ برگزیدہ رناظم اللہ اسلام کو تو آپ جانتے ہی ہوں گے جب ان کے بچے کی ختنہ ہوں گے اور وہ اس کو شیرے خالے کر کے خود غائب ہو گئے اور جب آئے تو میں نے بھری کھسری سنائیں کہ فوجی ہو کر خوجی کا پارٹ ادا کرنے کے تو طے ہے حسنے اور کہا میں سب کچھ دیکھ سکتا ہوں لیکن یعنی نہیں دیکھا جا سکتا۔ تو یہ قدرتی بات ہے کہ فعل ہی غیر فطری اور عادت خلاف ہے کے خلاف ہے۔ یہ تو طبعی اور مدد ہے کہ بحث ہو گئی اب تایخی نظریہ بھی میں لیجئے جس کو آج سے ۲۵ یا ۳۰ مبر ستمبر میں نایک ہرمن فنگنی کی کتاب میں دیکھا تھا جو تقریباً ۵۰ سال قبل میں رہتا آیا تھا اور اسی ہمار کا دورہ کر کے ہیں کے لوگوں کے دسم و رواج پر کافی روشنی ڈالی تھی۔ چنانچہ ختنوں کےتعلق اس کا نظریہ ہے کہ PRE LISTORIE AGO میں دیروادنکی پوششیوں حاصل کرنے کے لئے انسانی قربانی کی جاتی تھی جو فترہ فتح حضرت ابراہیم کے زمانے تک اس بات پر آ کر کوئی لاگر انسانی قربانی نہ ہو سکے تو کم از کم جسم کا بچھ حصہ دیتا تو اُوں کی نذر کر دیا جائے تاکہ ان کے قبر و خبفے مامون و محفوظ رہ سکیں لیکن ٹراں سوال یہ ہے کہ آخر جسم کا کرنا حقہ کاٹ کر دیتا تو اُوں کو خوش کیا جا سکتا ہے اگر اٹھنی کاٹ کر شہیدوں میں داخل ہوئے تو ما تھ کا حقہ نا غائب ہو جائے گا۔ کان کا ٹانوں کیلئے کہاں کاٹ کی ترکی کہاں میں گے ہذا طے یا کہ تفصیل کی کمال کاٹ کر پھینک دو توہن قو اس کو کوئی دیکھ سکے گا اور نہ زیادہ تکلیف ہو گئی۔ تو ہلدی ملے نہ پھٹکڑی اور نگ چوکھا رہ گیا۔ چنانچہ اس بات کو بہت پستہ کیا گیا کہ جتنے کا پروانہ جعل ہو گیا تھا میں دھڑا دھڑ مفتہ شروع ہو گئیں۔ حقیقت کی جتنے اسراز میں کازمانہ آگیا تو اُسے اس کو دیکھا اور نظر انداز کر دیا کریں رسم اس درجہ حرط پر کوئی تھی تھی کہ اس کے خلاف کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں بھی تھی اور یہ رسم پر مان چڑھتی رہی

بساں ہو سکتی ہے کہ کوئی اگشت ناقی کر سکے۔ لیکن اب آپ خود غیر فرمائیے کہ اگر تم حکم مطلقے حکم میں دخل دیکھ اس کی وجہی کے خلاف جائیں تو اس کو جہالت ہی کہا جا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ ختنہ کی ذمہ دی جنتیت کو کوئی عالم دین ہی واضح کر سکتا ہے مگر میں سچے سکنا کوہ ارشاد خداوندی کی کس طرح مذکور سکتا ہے کہ کار خانہ قدرت میں کوئی چیز بے کار نہیں بنائی گئی اور نہ ناکمل بنائی گئی ہے جس کو انسان جسمی حصر سنتی پایہ تکمیل کو پہنچا سکتی ہو۔ رہا آپ کا یہ فرما کا بال اور ناخن بھی تو تریشے ہی پڑتے ہیں قریب بالکل درست ہے مگر ان میں رہ سندھی کی مصلحت ہے پس الگریہ کاٹ دیتے جائیں تو فرداً ان کی تکمیل ہوتی رہتی ہے لیکن الگریم انسانی سے ناکیا کان سکاٹ کر پھینک دیتے جائیں تو ان کے پیدا ہونے کا امکان نہیں پایا جاتا انسان اور اس کا نفس قدرت کا بلکہ کاشاہ کار ہے جس کی کائنات میں مشاہد نہیں ملتی میں اس کل کا جزو کی طرح بیکار بیانا نکارہ نہیں ہو سکتا اور نہ تو ہم پرستی کی خاطر اس کو خدائی کیا جا سکتا ہے لیکن استثناء کی صورت میں جیکو TURKISH RATURE نوردار کر کچھ کر دکھائے تو یہ آنٹاڈھ کا لٹا دڑھ لٹا دڑھ کا لمعداومہ کے زمرہ میں آ جاتا ہے اور غلف خلاف معمول نہیں اور اس کا فقدان بھی غیر معمولی نہیں پس یہ قدرت کی صورت پر ہے کہ جس کو چاہئے یہ عطا ہو اور جہاں ضرورت نہ ہو اس کو نظر انداز کر دیا جائے تو یہ ایسا معاشرہ ہے جس کا بھناذ ہیں انسانی کے رائے سے خارج ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہمارے پیغمبر مختار پیدا ہوئے تو یہ اچھی کی بات نہیں۔ میرا بھلائڑ کا جاؤ آپ کا ہمnam ہے وہ بھی نہیں مختارون پیدا ہوا تھا جس کی پوری ختنہ کردی گئیں مگر میرے پھوپھو کے ختنہ کی ذمہ داری تھوڑی تھیں بلکہ انکی والدہ پر عائد ہوتی ہے۔ پس اس کے عذاب اُب کا میں بدار نہیں ہو سکا کہ یہ رسم ہی ایسی ہے اور یہودیوں کی طرح ایسی جسٹ پر کوئی سہے کہ جزو ایمان بن کر رہ گئی چنانچہ میرا سب سے چھوٹا لڑکا تقریباً ۱۰ سال تک بغیر ختنہ کے رہا اور میں اس کے مطالبہ کو طالیا رہا۔ شکر ایک وقت ایسا گیا کہ اس پیچے زدنی ختنہ کا

تاکہ انہیں میرے میں تیرنہ چلا یعنی اور متعلقہ معلومات کی روشنی ہی بیس کوئی ذمہ دار از رائے قائم کر سکیں۔

دین و شریعت کے معاملے میں تو یہ اختیاط اور بھی ضروری ہے۔ سائنس پاریاضی یا کسی بھی علم و فن کا معاملہ قریبے کہ الگ ہم اس کے کسی نظریتے یاد ہے کی تکذیب و تغیری کر لازم ہے تو اس سے ہماری عاقبت کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہو سکتا بلکہ یہ دین و شریعت کے کسی نظریتے یا حکم و ہدایت کی جا ہلانہ تکذیب و توہین تو عذاب آخرت اور عاقبت کی ہر بادی کا بھی شدید خطرہ اپنے اندر رکھتی ہے اس کے باوجود اگر حساب آخرت اور یہ قیامت پر ایمان کا دعویٰ رکھنے والا کوئی شخص ادنیٰ تعقیب و تقصی کے بغیر دین و شریعت کے کمی حکم و ہدایت پر دریہہ دہنی اور شدید رو و تبریز کا مظاہرہ کرتا ہے تو اس کے سوا کیا ہمیں گے کہ گواہ کی تعلیم و تربیت نے اسے بدترین قسم کے جہل و رکب اور مہلک ترین ذہنی فساد میں مبتلا کر دیا ہے۔

لیکے تالث کی بات ہے کہ محترم مکتب شگار جاپ ابو بکر صاحب مظاہرہ تو یہ فرمائے ہیں کہ وہ مقولیت پس بھی ہیں اور طبق بھی گمراہ مقولیت اور کوئی تعلیم کا عالم یہ ہے کہ ختنہ کی شرعی حیثیت کے باشے میں کسی دلیقت شریعت سے معلومات حاصل کرنے کا خال تو انہیں نہیں آیا، اگر ۲۵ یا تین برس قبل پڑھتے ہوئے ایک جرمن فلسفی کے ارشادات انہیں اس طرح یاد رہے ہیں وہ وحی والہا کے دعجے کی ہیزیت ہوں!

ھیٹ کی وہ ذہن ہے جس کی عکاسی کرتے ہوئے اکبر اور آبادی نے کہا تھا۔

بات وہ ہے جو پانیز میں چھے مغرب کے شیطانی فلسفے مروعہ لوگوں کو اپ جھوٹا لیا ہی ویکھیں گے کہ اپنے بہاں کے بڑے سے بڑے ملے، فقیر اور ماہرف کو تو وہ صیہنہ کا سد کی طرح طاقتی نیاں بیس رکھ جائے مگر نیاے مغرب کا کوئی عطا فی بھی ریتی ریج کے نام پر جو کچھ پیش کر دے گا اسے فرقان کی طرح یاد رکھیں گے اور وحی کے نام

تا آنکہ حضرت موسیٰ ہم کا زمانہ آگیا تو اب اس دکم کی حیثیت مذہبی ہو گئی تھی لیکن عیاذ بیوں نے اس کو قبول نہیں کیا اور اس کو دھنیا سے بھجو کر ترک کر دیا لیکن خدا جانے مسلمانوں کی ریگ حیثیت کیوں پھر اٹھی کہ حضرت ابراہیم کی کسی سنت کو قابل اعتقاد نہیں سمجھا مگر ختنہ کو اتنی اہمیت دی کہ اس کے بغیر مسلمان کو مسلمان ہی نہیں سمجھا جاتا۔ مگر اگر کوئی پوچھے کہ ہفتہ الارض ہے اور ماڈیوک پختاں بھی مسلمان تھے مگر غیر مختون تھے تو کیا ان کے اسلام پر کوئی حق آسکتا ہے تو موکانا بغیض جھانتے گئیں مگر اورتاں والے بھی کہیں گے کہ مستثنیات مذہب میں بھی ہو سکتی ہیں لیکن ان سے پوچھو کر مسلمانوں کے مذہب میں اس کا جائز کتاب میں آیا ہے تو غن آجائے گا مگر درایت کو درایت پر ترجیح دینے کہلے کمی طرح راضی نہ ہوں گے۔ اللہ بس باقی ہوں۔ ہم سب کی طرف کا آپ سب کو آداب مسلم و دعا پہنچو۔

احقر. ابو بکر

اجوابات:-

مغرب کے ماذہ پرستا زاد اور اخلاق دشمن فلسفہ حیات نے عام طور پر جذہن بنایا ہے اس میں مجرمی اور مرکزی درجہ اگر کسی شے کو حاصل ہے تو وہ ہے جہل مرکب۔ یعنی آدمی پھر جانے اور سمجھنے پر کیسی سب کوچھ جانتا ہوں۔ یہ جہل مرکب چونکہ خدا فرمایہ تھی اور طاہر پرستی کی گود میں شیوه نما پاتا ہے اس نے اکثر تعلیم یافتہ جاہلوں کو آپ دین و شریعت سے معاملے میں نہیات آزاد، مستکبر اور جرمی پائیں گے۔

اب اسی خط کو لیجئے۔ ایک راہ چلتا بھی جانتا ہے کہ اگر میں حساب کسی فارمر سے کوچھ جانتا ہے تو حساب بھی کسی استاد کے پاس جانا چاہیے اور سائنس کے کسی نظریتے کی لفتیش کرنی ہے تو سائنس ہی کے کسی ماہر سے استفادہ کرنا چاہیے۔ اسی طرح اگر ایسا کوئی عمل یا عقیدہ ہما رے ذہن کی گرفت میں نہیں آ رہا ہے جسے لوگ دین و شریعت سے منسوب کرتے ہیں تو اس سبب نہ تکلفا نہ انجام رائے سے قبل ہمیں دین و شریعت ہی کسی عالم سے گفتوں کر لینی چاہیے

یہ تکلف انہوں نے ہو گئیں تھا کسے سائے اعمال نیک فارت د
ہو جائیں اور تھیں بخوبی نہ ہو۔

ہم جانتے ہیں کہ آنکھ ارادۃ توہین رسول نہیں فرا
سلکت۔ آپ قصہ و نیت کے ساتھ یہ ذلیل حرکت نہیں کر سکتے
کہ حضور ایضاً فعل کو پڑیدہ و محسن قرار دے رہے ہوں اور آپ
کھٹ سے افسوس کی تباہت و نمہت میں بلباڑا ہیاں نیتے
چلے جائیں۔ لیکن خیر شوری طور پر آپ سے انسکاب اسی پر ہر
حرب کا ہوا ہے۔ آپ خالی الذہب ہو کر سوچیے تو ہی کہ یہ آخر
طريق ہے کیا۔ اولاً لو آپ کو یہی خجال فرمانا چاہئے تھا کہ امت
مسلم کے تمام علماء و تقدیروں مشروع سے آج تک جن قتل کو سزا
محروم کئے ہیں اور ساری امت اس پر عالم بھی ہے وہ
حضرت کوئی مظہب و مشرعی نیاد رکھتا ہو گا۔ اسے احمقان الفواد
نمہوم قرار دینے کا مطلب یہ ہو گا کہ جس امت کے آپ فرد
ہیں اس کے باشے میں آپ کی رائے یہ ہے کہ اس کے قام
چھوٹے بڑے تمام خواص و عوام تمام شیوخ و ائمہ احمد اور
پسندیدی رہے ہیں۔ اگر حنفیں کا یہی عالم خاتم خدا آنکھ کو
کتنا بڑا ہے غفل اور غورت پسند قرار دیا جائے جو جانتے بوجتنے
ایسی غلطیت میں اب تک شامل ہیں۔

ثانیاً آپ کو خجال فرمانا چاہئے تھا کہ اسلام تو خدا آنکھ
کی دامت میں بھی اللہ اور رسول کی تعلیمات ہی سے جیانت
ہے۔ کسی فعل یا عقیدے کو اسلامی کہنے کا یہی تو مطلب ہوتا ہے
کہ اس کی تلقین یا تو استرائیں میں کی گئی ہے یا حدیث میں یا پھر
اُس نفسمیں چو جدیدت و قرآن ہی کے سر جھنلوں سے بھلی ہے۔
اس صورت میں خدا جیسے ہے پر۔ جسے ساری دنیا اسلام کے
مسلمانوں تھا تیر میں شمار کرتی ہے۔ پر ملا اور گرم دلخواہ اپنے
خجال کرنے سے قبل یہ خطرہ تو آپ کے قلب میں گزندنا ہی چلتے تھا
کہ ایسا نہ ہوں چو ہوات کی کی یا زاویہ فک کی بھی کے باونڈیں
کوئی بات کوئی گذروں جو اللہ یا رسول کی توہین اور تکذیب کا دائرے
میں آجائے۔ پختہ و گزنا تو زیان کھونے سے پڑا پ کھنے کو جعل
خجال کرنے کی لگوں ضرور کرنے لیکن غلط علمی و تربیت اور مسوم
ما جوں نے آپ کے قلب ذہن کو فساد سے بھر دیا ہے اور ایسا حکوم

استدلال میں پیش کریں گے چاہیے یہ برسریح صفریح جاپیت سے
برسری ہواد امکولیت اسے چھو کر بھی نہیں ہو۔

ابو بکر صاحب اآپ خفاظ ہو چکے کہ خدا علیم ہے
آپ کی توہین و تھیف ہمارا مطلوب ہیں۔ ہم تو صرف اس
شیطان کے دشمن ہیں جسے مغرب کے شعبدہ گروں نے عقیدت
اور سامنگھ اسندال کے ظاہر فریب ناموں کی آڑ لیکر سادہ
یوں کے قلوب و اذہان میں داخل کر دیا ہے اور یہ شیطان
ایک بگٹے ہوئے باخچی کی طرح دین و اخلاق کے تصورات کو
روندتا کھلتا چلا جاتا ہے۔

آنکھ بخیر سے مسلمان ہیں اور مسلمان کتنا ہی بگیا گزنا ہے
مگر اپنے محبوب پیغمبر خلاصہ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ
احترام اس کے قلب میں ضرور ہوتا ہے۔ پر نہ ہو تو اسلام کیسا
اور ایمان کیس کا۔ جذبہ احریام کا ادنیٰ تفاہنا یہ ہے کہ حضور مسیح
نے تو تھیں قرار دیں اسے تم علام بھی تہیہ دل میں تھیں ہی بھیں اور
حضور جس فعل کا ایسا در فرایں ہیں بھی اس کے مفید ہو تھیں کوئی
شیر نہ رہ جاتے۔

پہلی بڑی کہ حضور گے بال مقابل جرب زبانی کرنا ہمیت گستاخی
ہے اور جرب زبانی سے گزر کر جو شخص اہانت اور تکذیب و تبرید
پھانہ رائے تو اس سے کفر میں کسی شک کی گنجائش نہیں رہ جاتی
اب دل تھام کر سینے کر جمل مرکب کی رو میں آپ نے ختنے کے باکے
میں جیسی گستاخانہ اور اہانت آئیزگل افشاںی کی ہے وہ سب
کی وجہ نہ صرف پوری امت کے تھوڑا اینیا و رسول کی تھیں
بلکہ اس آخیری پیغمبریتے کی تردید و تکذیب پر مشتمل ہے جبکہ بیان ادا
خط و نعمت کا عالم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحبہ کو مخاطب کر کے
کوئی نامہ یا آنکھا ایسا نہیں آتا نہ دفعہ اٹھوار کم
کوئی صوت انتہی کر لے جو گھر میں الہ بالقصوں مجھ پر یعنی
لیکھنے آن بخط اعتماد کر کر و انتہم لاشہر دن دے
ایمان دواں ایسی آوازوں کوئی کی آواز سے بلند نہ کرو اور
اس سے طریق تحریر نہ پول جیسے کہ آئیں میں ایک دوسرے طریق کر

اے غرتم بھائی! درایت بہت آگے کی چیز ہے غفلت جاہلیت کی مند پر بیٹھ کر سمجھ کی طرح زبان چالنے اور اس پر خرد کو بے لگانا چھوڑ دینے کا تاؤ درایت نہیں ہریان ہے۔ درایت کی پہلی بھی ایسٹ تو علم صحیح کی بنیاد پر رسمی جاتی ہے اور پھر تم علم و مطالعہ اور عملی کام کا وی سے اس کی دیواریں بھی ہیں اور علمیت و تقویٰ یعنی حجت تباہ کرنے میں تدبیر درایت کا قصر نیچے بھیکیں کو پہنچا ہے۔ آپ نے اگر ملک بخیر حلائے اور ناقص و ناکارہ معلومات کو غلط پہنچانے کا نام ”درایت“ رکھا ہے تو اس سے یہی فرستہ میں تو بھی کچھ۔ ایسی درایت آدمی کو برداشت کر سکتی ہے فائدہ خال نہیں پہنچا سکتی۔

پریکا کہا کہ ”روایتی حیثیت کو بھی بُر۔“ — روایتی حیثیت اگر ایسی بھی گھبیا اور ناقابلِ لحاظ اشے ہے تو آجنباب مسلمان یکی ہیں۔ اسلام سارا کاسارا روایات ہیں میں تھوڑا ہے۔ روایات ہیں جن کے اعتماد پر آپ قرآن کو اللہ کا کلام اور محمد عربی کو اللہ کا آخری رسول مانتے ہیں۔ روایات ہی ہیں جس سے نمازو و زکوٰۃ کو حج ساری عبادتیں اور ان کے تفصیلی طریق جانے لگے ہیں۔ روایات ہیں جو عالمِ حرم اور بدعت و سنت کے اختیارات سے آگاہ کرتی ہیں پوچیر

ہی ہیں جن سے جنت دفن دخ میزان کو شر و غیرہ کا علم ہوئے روایتوں کے باہم علم و فن کی بنیادوں پر صحیح و فلسطوار و قویٰ ضعیف کی تیز کرنا بے شک معمول ہے لیکن مشرق و مغار کے چھبوٹ سے ٹھکر ادینا ایک ہی معنی اپنے اندر رکھتا ہے یہ کہ آدمی کیسی ملحد پر جائے۔ الحاد میں ورنے کویی نہیں ایسی نہیں ہے جہاں جنیں روایت کا ٹھکرائے والا اونڈگی کے چیزیں اس سے بھی لے سکے۔

یقین کچھ آپ کے نامہ گرامی میں جس طرز کام کو اختیار کیا گی ہے وہ علم و فہم کی سخیویہ سطح پر التفات کے لائق نہیں ہے لیکن التفات دو جستے کیا جا رہا ہے۔ ایک قریوں کے آج کے دور نہ والیں پالا اکثر اسی معیار کے طرز کام سے پڑ رہا ہے۔ اور سادہ لمحہ خواہ پر یہ بھی اپنے اثرات یہ چھوڑ ہی جاتا ہے۔

پہنچا ہے کہ منکریں حدیث کا تاریکہ مانع بھی آپ کے دامغ میں پچھر کچھ ضرور اُتر لے ہے درایتی الفاظ آپ کے فلم سے نہ نکلے کہ۔ ”اس میں کو شرع اور سنت کا نام دے کر مل تقاضی“ پسترا دریا جاتی ہے جس کی روایتی حیثیت کچھ بھی ہو درایت اس کو دھیان حرکت کے سوچ کی نام نہیں دے سکتی۔“

گویا یہ آواز آپ کے کھاون ہیں کچھی ترجیح ضرور بھی ہے کہ ختنہ سنت ہے لیکن مدت ہونا آپ کے نزدیک کسی اہمیت کا حامل نہیں اس لئے ”وحشیانے“ جسے تو ہیں امیر الفاظ انتقال کرنے میں بھی مختلف محیوس نہیں کیا۔ منکریں حدیث جس فکری انتشار اور ذہنی نفاذ و زندقہ میں گز نتارہیں اس کا مایہ آپ کے بھی ان الفاظ میں صاف موجود ہے۔ اتنا اُر آپ یہ نظر پر کوئی چاہتے ہیں کہ ختنہ کو شروع مسنون قرار دینا دراصل مولے ہازی ہے وہ حقیقت مسنون و مشرع نہیں ہے لیکن اسی اس میں آپ یہ اختیاری طور پر یہ بھی ظاہر کر جاتے ہیں کہ دروایات کو آپ کرنی اہمیت نہیں دیتے اور جعل روایات سے مسنون ثابت ہونا ہواں کی دُو گوڑی بھی وقعت آپ کے دل میں نہیں ہے۔

”روایتی حیثیت کو بھی بُر۔“

کے الفاظ یہی تو مدارکتے ہیں کہ احادیث می ختنہ کی کوئی بھی حیثیت ثابت ہونا ہی ہو وہ اعتبار کے قابل نہیں۔ لہو ہماری درایت جو نیصلہ کر دے وہ صرف مصدود درست ہے۔ ”درایت“ کے لفظ پر بھی آئی۔ جن لوگوں کی مسلمی قابلیت کا اعلان ہوکے ”النشادِ المنادر“ کی سرما پریشیں لکھیں اور عقل و ذکاء کا یہ رنگ ہو کر ختنہ کو دھشت و چالت اور حماقت و لغوریت قرار دیتے ہوئے وہ اس پیش پا افتادہ تیجے کا احساس و ادراک نہ کر سکیں کہ ایسی بات کہم کر انہوں نے اینی ہی پوری تلت اور سائے اصلاح و اخلاف کو جامی و احقیقی تصور اور دیدیا ہے وہ بھی اگر ”درایت“ کا غرۂ رکھتے ہیں تو تجھنا چاہیے کہ قیامت قریب الگی اور بعد نہیں کہ کل ہی سوچ مغربے نکل آئے۔

اور رب سچا اور باخبر انسان تو فرمائے ہے کہ:-
 "ختنه نظری امور میں شامل ہے"
 مگر اسی انسان کی صداقت و رسالت پر ایمان کا دعویٰ
 کرنے والا منتی کہتا ہے کہ:-
 "اختنه خلاف وضع نظری ہے خلاف فطرت ہے و خلاف
 ہے۔ جاہل اسے ہے"

جاہزہ لے یعنی ہم الراہم تو نہیں تراش ہے۔ حدیث
 جو ہم نے نقل کی کس درجے کی ہے اس کا اندازہ اسی سے کریجئے
 کہ مسلمین عربی کتاب میں آئی ہے اور فقط ایک نہیں دو
 سو دنیں غور ہیں۔ محدثین و مترجمین میں کوئی ایسا نہیں تھا
 اس حدیث کی صحت و قوت کا انکار کیا ہوا۔ علاوہ اسکی قبولیت
 کا یہ عالم ہے کہ حضور کے دور مبارکے اب تک لاکھیں کٹلیں
 کا اوسط بھی ایسے مسلمانوں کا نہیں تھا جو ختنہ سے بیڑا رہے
 ہوں۔ دوسرہ جائیے۔ ابو بکر صاحب ہی کے خبر اور حبوبی میں
 جاہزہ لے کر دیکھ لیجئے۔ خود ابو بکر صاحب کے باشے میں تو
 یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا باقی تمام مسلمانوں کے باشے
 میں ہم دھوکی کر سکتے ہیں کہ وہ انشا اللہ تھوڑے ہی ملیر گے۔
 پھر حضور کے دو رسالت کے مابین پر نظر دیتے یقoul
 شیخ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ختنہ بھی اخھی امور فطری میں شامل
 ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لیکر نام ان ملتتوں اور
 گروہوں تک جن کا کوئی رشتہ ملت ابراہیمی سے ملتا ہے
 اور فطریہ کے طور پر زیر عمل نہ ہے۔

ابو بکر صاحب نے اس کرسم کی تفہیص میں یہودیوں کے
 عقائد کا ذکر کیا ہے۔ مگر وہ بھول گئے کہ یہود و نصاریٰ
 بھی اسلامی ہی کا یہی کے پر وہیں اور اصل ان کا دین کفر
 نہیں بلکہ اسلام ہے۔ دین میں تبدیلیاں انہیں نہ تنی ہی
 کر لی ہوں بلکہ ضروری تو نہیں کہ کوئی بھی صحیح عقیدہ اور
 آسمانی ہدایت تسلی میں ہے جیسا کہ ہے۔ یہود بھی اگر ختنہ
 کو ضروری خیال کر سکتے ہیں تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ
 یہ خیال الراہماً باطل ہی ہوگا۔ یہود بہت المقدس کی تکمیل
 کرتے ہیں۔ کیا مال سے چالت نہیں گے۔ لکھتے ہی شاعر ادا

لہذا حق تبلیغ ادا کرنے کے لئے اپنی دینی نفاست و
 نزاکت کو ہمیں اسی طرح بالائے طاقِ رکھنا ہو گا جس طرح
 کڑو دی دواناک بند کر کے پیلی جاتی ہے۔
 دوسرا سے یوں کہ "ختنه" کے موضوع پر کچھ لکھنے کا اتفاق
 تھا میں اب تک نہیں ہوا حالانکہ یہ بھی ایک دینی ہی موضوع
 ہے لہذا اجوہ کے ہٹلنے آج اس موضوع کی کچھ معلومات
 قارئین تھیں کہ ہرچیز ہی جائیں تو مضمون نہیں۔

محترم جماعتی جانب ابو بکر صاحب گوش دل نہیں
 کہ کسی اور نے نہیں اُس آخري پیغمبر نے ارشاد فرمایا ہے
 جس کے ارشاد پر اگر زر اسی تحملی اور ناگواری بھی اُدھی
 کے قلب میں آجلتے تو وہ تہاہی کے آخری لذت سے پر
 ہٹک جاتا ہے۔

فَلَمَّا وَرَدَ سَكَافٌ لَأَنَّهُ عِمَّوْكَ
 حَتَّى يَحْكُمُوا لَكَ فَتَمَّا
 هُوَ كَمْ جَبَتْ كَمْ لَيْلَةٍ
 شَجَرٌ يَعْصِمُ شَمَاءَ لَكَجَنْدُوا
 فِي الصَّفِيرِ مَرَحَ حَاجَةَكَ
 إِنْ أَخْلَاقَاتِكَ مِنْ جُوَانَ كَمَا مِنْ
 فَهُمْ يَتَمَّتُ وَلِسَلَمُوا لَكَجَنْدُوا
 أَنْجَتْهُ ہیں۔ بَلْ رَدَمَا يَمْجَدُ کَمِّی
 نَهِیں بَلْ کہ یہی شرط ایمان ہے کہ جو کچھ تم نے فیصلہ کر دیا اسکے
 باشے میں ان کے جی جس تک تھا اور قبول کریں اس فیصلے کو تو یہ
 سے رکھلے دل اور رہنماؤ غیرت کے ساتھ۔

اسی صادق و معدود حق، سرور و آقا، رسول مصیم صلی اللہ
 علیہ وسلم کیا فرمایا ہے سُنّۃ:-

الْفَطْرَةُ خَمْسَةُ الْعَدْنَاتِ
 پاچ حیزب نظری امور میں شامل
 وَالْمُسْتَحْدَادُ قَصْصٌ
 ہیں، ختنہ کرنا اور زیر ناف کے
 الشَّارِبُ وَلَقْدِيمُ الْأَظْفَافُ
 بال مونڈ نا اور موچھیں لکڑا نا اور
 وَنَفْتُ الْإِبْرِيْطِ
 ناخ تراشنا اور بیتل کے بال بھات
 کرانا۔

فطرت کے کہتے ہیں اس پر ابھی ہم گفتگو کرتے ہیں لیکن
 گفتگو سے قبل اگر یہ اسے ملیک اسی وجہ پھر میں لے لیں جیں
 ابو بکر صاحب نے اسے یا ہے تو بات یوں بنی کردیں کا اس سے بڑا

اندازہ درخت کی اس تصریح سے کچھ کہہ
ان المحتان ستة من ختنہ دیست ہے جو شمار
شعاۃ اللاد کمر فنلو اسلام میں داخل ہے۔ چنانچہ
اجتمع اهل بلادہ عملی الگ کمیتی کے لوگ خود کرنے
تو کہ حارہ عالم الاصح پر اجتماع کر لیں تو مسلمان حاکم
پر اسلام پر گاؤں سے ٹھیک ہے۔
گویا ختنہ محری قسم کی سنت ہمیں بلکہ اسی طرح شعائر
اسلامی میں داخل ہے جیسے داڑھی اور سختے اور بجا تجھے
اویعین کے موقع پر سترہ الیاس وغیرہ۔ یہاں تک کہی
بھی ہیں اگر ابو بکر صاحب کی ذہنیت کے سلمان جمع پڑھنے
تو انھیں اس ذہنیت کے لئے معاف ہمیں کیا جائے گا، بلکہ
مکہمت اسلامیہ گرفت کرے گی اور انھوں نے سرکشی مکملانی
توجہ کیں کے گھر برلنیں کیا جائے گا۔

خود حضور عملی اللہ علیہ السلام نے اپنے عالی قدر تو اسیوں
حضرت حسن حسین رضی اللہ عنہما ختنہ کرانی تھیں۔ ابو بکر
صاحب خور کریں کہ ختنہ کو وحی ادا اور جاہل شہری کا مطلب
کیا تھا۔ نعم بالذم من شروع افشا۔

وہ اگر علم و فن کے سلمیہ و اعدی کی روشنی میں یہ ثابت کرنا
چاہیں کہ حضرت حسن حسین کی ختنہ کرانے والی روایت غلط ہے
اور یہ روایت بھی غلط ہے جو علم سے نقل کی گئی تو ہم بیشوقان
کے دلائل میں گے۔ لیکن وہ تو دلیل اور علم وخبر کے بھی
ہی ہیں نہیں پڑتے۔ انھیں کوئی مطلب نہیں کہ اسکے تراشے
ہوئے الرام جہالت و حشت کے چینی ملکے کیسے مقدس دامنیوں
پر پڑتے ہیں وہ تو اپنی دنوں عقل کے بیل پر خرد کو جزو اور جزوں
کو خرد فساد دینے پرستے ہوئے ہیں۔

امام شافعی اور سقیہ ہی دو سرسے علماء کہتے ہیں ختنہ
واجتیکے۔ امام الakk اور سقیہ علماء کہتے ہیں وہ سنت ہے سایا
کوئی بھی عالم نہیں جس نے کہا ہو کہ ختنہ فضول ہے۔ وحشت و
بربریت ہے تو ہم برستی ہے۔ کہہ کیسے سکتا تھا جس طریقہ
زبان رسالت نے امور فطریہ میں داخل قرار دیا ہوا سے غیر
فتری اور دشیا رقرار دینے کے لئے بخوبی بخوبی اور

اور عقائد ایسے ہیں جو ختنہ سے نجگے ہیں لہذا یہ وہ
نہیں سمجھا جاسکتا۔ قرآن تو توریت، نہ بورا و راجحیں کا
مصدقہ ہے نہ کہ تلذیح کرنے والا مسلمان، حضرت علی
اور مولیٰ اور داد دعڑی فیضِ السلام کو بھی یقین بری ہی ماستے
ہیں نہ کہ پھر اور۔

اب آئیے لفظ فطرت پر علم و تحقیق کے زاویے سے
غور کریں۔

لکھتے ہی علماء نے تو فرمایا ہے کہ اس حدیث میں نظرت
سے مراد سنت ہے۔ یعنی وہ طریقہ جس پر شروع سے انبیاء و
رسل کا ربند ہیں پھر علماء کہتے ہیں کہ فطرت سے مراد یہاں
”دین“ ہے اور بعض نے فرمایا کہ مراد ”اسلام“ ہے۔ اور وہ میں
جس پڑی کو ”مرشد“ بولتے ہیں وہی اصل ”نظرت“ کیلئے
ہے۔ یعنی خلقت کا ابتدائی ہمیوالی اس میں مختلف نوع کی
استعدادیں فرمودی جیشیت سے مجمع برتقی ہیں۔ قرآن
میں اس لفظ کا مفہوم بھتھ کے لئے متعدد ایات ہیں مثلاً
”فَعَلَّمَ اللَّهُوَالَّتِيْ قَطَرَ اَنَّ اَنَّ عَلَيْهَا يَا أَمِّتَهُ
وَجَعَلَهُ لِلَّذِيْنَ حَيْنَقًا قَطَرَةً كَالْمَهْرَأَ“۔ حدیث میں
بھی ایسا ہے کہ ہر ڈی رفح ”فطرت“ پر پیدا کیا جاتا ہے،
(کل مجموعہ بولدلی الفطرۃ اور کماتال) ان تفصیلات سے
معلوم ہوا کہ جو شے امور فطرت ہیں داخل ہوں اسی پر کاربند
ہونا انسان کی نظری طبعی استعداد کے ارتقاء اور تکمیل کا
منظہر ہے اور اللہ تعالیٰ اسے پسند فرماتا ہے کیونکہ اس نے
خود بتایا کہ الشریف اپنی ہی نظرت پر انسان کو بنایا ہے (سورہ
سیدم) یہی وجہ ہے کہ اس حدیث میں جن پارچ جزوں کا ذکر
ہوا وہ سب کی سب وہ ہیں جنہیں تمام انبیاء اور ان کے پرہیز
اخفار کریتے آئے ہیں۔ تمام شریعتیں ان کو بہ نجات و تحسیں
و بھیتی رہی ہیں اور ان کی جیشیت ان امور کی ہے جو انسانی شریعت
و جلت میں کو دینے کے لئے ہیں۔

ختنہ کے باسے میں علماء تحقیقیں کا کیا نقطہ نظر ہے۔ اس کا

مطابق آپ کے دادا عبیرالمطلب نے ختنہ کی ادائی حقی۔
واقعہ جو کچھ بھی رہا ہو، جو شخص اس سبب لا علی کے یہ
گمان کرتا ہو کہ حضور صریح محتون پیدا ہونے کی مشہور روایت
درست ہے اس کے نئے تھا یہی بات زبان کو لکھنؤ نہیں
اور ختنہ کی حقیر و مذمت سے گر جانے کے لئے لکھنؤ تھی۔
افسوں ابو بکر صاحب پھر بھی نہ رکے اور جو منہمیں آیا کہہ
ڈالا۔

اہل ایمان پر پو شدہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کی قابل اعتقاد اور واضح حدیث مل جانے کے بعد کسی
ایں واؤ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ لیکن ابو بکر صاحب
نے مطلق دلیل و برهان کے رُخ سے بھی جو کچھ کہا ہے وہ بجا
خود نہایت غیر مطابق اور بے معنی ہے۔
وہ بیٹھے تو عمل ختنہ کو بھون کے حق میں ایک نظم صبح اور
سخت صحت کی جنت سے نہ ہوم قرار دیتے ہیں پھر یہ امناء
بھی فرماتے ہیں کہ یہی کتنے ہی بچے ختنہ کے باعث ہاں ہوئے
بھی دیکھے ہیں۔

پتو ایں گرد لگانا اسی کو کہتے ہیں۔ ہمیں اپنی پوری نذری
میں ایک بھی واقعہ ایسا نہیں حصول کہ ختنہ کسی کی ہلاکت کا باعث
بنی ہو۔ سارے ہی طریقے اپنے مذکور بچوں کی ختنہ کرنے میں دریافت
ویک اجاتے کون ابو بکر صاحب کے بفرضی کی تصدیق کرتا ہے بترسر
من گھریلو اور غلافی واقعہ ہے یہ بات کہ بچاری ختنہ کسی
محتون کی ہوت کا سبب بن جائے۔ ابو بکر صاحب لفڑی کے
میں تو چاہیے یہ بھی کہہ دیں کہیں۔ ایک ہزار بچے ختنہ کے سبب
مرتے جائیں گے لیکن مدعا کا اپنا قول جنت نہیں ہوتا۔ وہ دس میں
تو یہ ایک دشہارت بھی اپنی نایں میں نہیں لاسکتے۔ ہلاکت تو
بڑی بات ہے۔ ایسے دا عادات بھی بہت شاذ ہی ملیں گے ختنہ
کا زخم غیر معمولی عرصے تک منہ مل نہ ہوا ہو۔ ۹۹ فیصدی۔ اور
ہم اے زندگی بھر کے مشہدے کی رو سے تو وفیضی ایسا ہی ہوتا ہے
کہ چند دو نیں انداں ہو جاتا ہے۔ خصوصاً شکھ بچوں کی ختنہ تو
کوئی ہنگامہ خیز واقعہ ہی نہیں۔ ادھر ختنہ ہوئی اور اُدھر

جلہ مرکب کی جتنی بڑی مفت را درکار ہے اس سے ہمارے
علمائے سلف محرّم تھے!

جارت کا بڑا بھونڈ اخنوونہ ابو بکر صاحب کی یار شاد ہے
کہا تاہے کہ ہمارے بیرون مختار نہیں پیدا ہوتے تو یہ
اصبحت کی بات نہیں۔ بیرون مختار کا جو آپ کا ہے
سچے دوہ بھی خیم مخون ہے اخنا۔

گویا ابو بکر صاحب اس شہرت یافتہ بات سے بے خبر
نہیں ہیں کہ حضور محتون پیدا ہوئے۔ پھر بھی ان کا یہ خیال نہیں
بدلا کہ ختنہ خلاف وضع فطری ہے۔ اس کا مفہوم اس کے سوا
کیا ہو اکہ جس مقدوس ترین انسان کو ربِ انسان ہرا عینکے
خیر البشر اور حسن تقویم کا الاخواب غور نہ لئے ہیں اسکے باعث
میں ابو بکر صاحب کا یہ خیال ہے کہ وہ اپنی حلقت ہی میں
ایک جسمانی عیب کر پیدا ہوا اخنا۔ ختنہ کے باعث میں
جو کچھ بھونڈ نے کہا ہے اس کی رو سے مخون ہونا طاقت اہر ہے
ایک نقص اور عیب ہی مثیر گا۔ حسن تو یہ ہے کہ انسان کے
 تمام اعتماد ٹھیک فطری حالت پر خلق ت پڑی ہوں ختنہ
غیر فطری مثیری تو چیزیں مخون پیدا ہوں اس کے عضوں تا سل
کے باعث میں بہر حال یہی فیصلہ درست اپنے گا کہ وہ غیر فطری
حالت میں ہے۔

یہ طراہ اپنی حوصلہ ہے۔ کم سے کم ہم تو لھوڑنے کے سکتے
علم و خبر جس خیر البشر کو جسمانی نہ ہوئی دلوں اعیناً رہتے ہم ترک
فطری اعتدال و توازن کا شاہکار تابت کرنے ہیں اسکے
باعث میں ایسا ریمارک نہیں کیا۔

ویسے حضور مسیح کے محتون پیدا ہونے نہ ہونے کے بارے
میں قاریین آگاہ ہوں کہ حقیقت علمہ بات نہیں ہے مشہور
یہی سمجھ کہ آپ مخون پیدا ہوئے مگر ردا اپنی ختنہ سے
اس کی کوئی مضبوط نہیں کیا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ
آپ کی ختنہ اس روز ہوئی جس دن شیخ قلب کا واقع
پیش آیا۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ کی ختنہ سے کوئی غیر
معمولی صورت حال مشوہد ہیں بلکہ عرب کے رواج کے
لئے مالک اپنے اسی خط میں ایک جگہ ابو بکر صاحب نے خود بھی کیا ہے کہ ختنہ میں اضافہ تکمیل ہوئی۔ پلٹٹ کر دیکھنے صفویہ بہگام، ۲ مطہر ۱۵۶۔

بیمار کو بد مزہ دو اپنے ہیں۔ بد مزہ دو ایں بھی آخر پی ہی جاتی ہیں تو ختنہ پرداویں ہیں۔

ختر پلٹے مانے ہی یہتھیں کہ ختنہ سے کافی تکلیف پہنچی ہے۔ مگر کیا آپ اور ہم اپنے بچوں کو مختلف امراض کے طبقے نہیں لگوائے؟ جو کسے شیکوں کا رواج تو شاید بالآخر حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ یہ بھی سب جانتے ہیں کہ یہ شیکے خوب سپکتے اور دکھدیتے ہیں۔ بخار آتمے۔ بعض دفعہ بڑھتے جاتے ہیں اور اذیت کا عرصہ خاصاً لمبا ہو جاتا ہے۔

گروہ کے باستے میں نیاز ہوں گئی ظلم و دشمنت کا پارک پاس نہیں کرتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اسے ظاہری سُج پر اون کے قوانین معلوم ہیں۔

کہ کہتے ہیں جن امراض کے سلسلہ میں حفظ ماقدم کے طور پر ملکے لگائے جاتے ہیں ان کا حملہ یقینی تو نہیں ہے ضروری تو نہیں کہ ہر شخص کے جیک بنتھی بنتکے۔ اور نکلے ہمیزی تو غریب معمولی مصیدیت کا سبب ہے تھی بنے۔ محض ایک غیر یقینی اندیشہ اور گھمان کی نیاد پر حفظ ماقدم کا عمل ہوتا ہے اور اکثر حالتوں میں ختنہ سے زیادہ تکلیف بچوں کو اس کا عمل سے برداشت کرنی پڑتی ہے لیکن صرف اندیشہ اور امکان تو یہی کو اس تکلیف دہی اور "ظلم" کے لئے کافی وجہ جو ازان دیا گیا ہے۔

تو ان طبقی اور ہنوزی فائدوں کی خاطر ختنہ کا "ظلم" کیوں جائز نہ ہو کا جن کا حصول ختنہ سے مقصود ہے۔ طبی فائدے تو اطباء رجھاتے ہی آگئے ہیں۔ ہمیں ان سے کچھ زیادہ دلچسپی نہیں۔ ہم تو ان عنوی فائد کو اہمیت دیتے ہیں جو ہماری عقل و علم کی گرفت میں چالے ہے نہ بھی آئیں مگر ان کا وجود اسے بالکل یقینی ہے کہ انسان و سلسلہ نسل کی بطور امر فطری اختیار کیا ہے اور اس سے بڑے پیغامبر نے اس کے فطری ہونے پر ہر تصدیق ثابت فرمائی ہے۔ یہ بات محال ہے کہ کسی میں کوئی بھی عنوی فائدہ نہ ہو اور اللہ کے خاص ہندے۔ اہمیاً خود بھی اسے بالاتفاق اختیار فرمائیں اور اپنی امتنوں کو بھی ترغیب دیں۔

بطور استدلال کہا گیا ہے کہ اللہ نے کوئی چیز نیکا نہیں

دو تین روزیں زخم مندل۔

مرا ظلم و مصیدیت کا پہلو۔ تو بھائی مریض فرع کی نازک مزاوجیوں کا علاج تو قمان کے پاس بھی نہیں۔ ان نا زکر مزاوجیوں نے جانوروں کی فستر بائی ہی کو ظلم و شفاقت عوارض نہیں دیا بلکہ بات یہاں تک پہنچی کہ ایک "رحمی" فرقہ تو چوتھی ہی پہنچ نہیں چلتا اس سے تھے تختہ کیڑوں کی جیو بھیما ہوئی ہے۔

ابو بکر صاحب کو معلوم ہونا جائے ہے کہ تختہ بچوں کو ختنہ سے اسی بھیانک تکلیف نہیں پہنچی تھی۔ اخنوں نے متصور کر رکھی ہے۔ علی ہمسر کی قابل برداشت تکلیف اور اس۔ اچھے قسم کے داکڑوں سے وچھ دیکھتے ہوں یہتھی کا عمل اذیت کی بجائے سکون اور عقلت شی مل جائی میں پیدا کرتا ہے۔ چوٹ اگرند آئے تو تکلیف ہوتی زیادہ ہوتی ہے لیکن خون بہر نکلے تو تکلیف ہوتی کم ہوتی ہے بلکہ بعض حالتوں میں تو جیسے ہوتی ہی نہیں۔ خود را تم الحروف پر لگدری ہے کہ کم و بیش ۲۵ سال قبل جلد سازی کا شناخت یافتہ باخور برداشتی تک رُزم کرتا چلایا۔ زخم اتنا کہرا احتمال آج تک دفعہ لشان موجود ہے۔ خوب خون بہاںیں تکلیف کچھ نہیں ہوئی۔ خود اپنے کو حیرت میں تکلیف اخنوں نہیں پھوری۔

بے شار واقعات تلواروں کی جگائے ایسے ملتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بڑے سے بڑے بھاؤ بھی کسی بزری اذیت کا سبب نہیں ہے بشتریک خون خوب بہر جائے فستر بائی کے جانور کا بھی یہی معاملہ ہے۔ دیکھنے والے خون کا فارہ ریکھ کر جائے کسی ہی بڑے اذیت کا تصویر کرنے لگیں لیکن خود ذیخچ کو اذیت صرف ان شایوں میں پہنچتی ہے جو چھری چلانے میں درکار ہوتے ہیں۔ اسی لئے اسلام نہ مذہبی ایسی چھری کوہنا یت تیز رکھنے اور اس کو تیزی سے چلانے کی بایت کی ہے۔ چھری چلنے کے بعد خون یہتھی کا عمل مژبوح کے دائرة احساس میں کرب و اذیت کی بجائے سکون، سکراور نیشندری کیفیات پیدا کرتا ہے۔

وقص عمل ختنہ کو ہولناک قرار دینا محض ظاہر فرزی ہے۔ اس میں بچے کو اسی فرعی اذیت ہوتی ہے جیسی

آپ دیکھتے ہیں پھلوں کو چھکلوں اور چھلپوں میں حفوظ کیا گیا ہے۔ جب آپ سترہ کھانا چاہیں گے تو چھٹے اُنداز کی چھٹکے نیتے ہوں گے۔ اسی وجہ سال عضو تناصل کی بھی ہے قلف حشف کا "چھلکا" بنائیں یہ اکیا گیا۔ حشف کو چونکہ خدا خدا کی دنیا اپار کھنک کے سلسلے میں باستعمال ہو لے ہے اسدا یہ چھلکا اُنداز کر کھنک دا جاتا ہے۔

آپ کہہ سکتے ہیں کہ سنتگڑھ تو بغیر حملکا اُنداز کے کھایا ہی نہیں جاسکتا حالانکہ عضو تناصل بغیر ختنہ کے استعمال میں ضرور لا یا جا سکتا ہے۔ سم جواب دیں گے کہ سنتگڑھ تو محض چھٹکی کی تھیں ہے۔ اس کی جد آپ امرود، آئرو، آئو بخارا جیسے بھل رکھتے ہیں ان پھلوں پر حملکا ہوتا اور اس طرح لوگ حملکا اُنداز کرنے کی لیکن جس کا جی چاہے بغیر حملکا اُنداز کے بھی کھا سکتا ہے۔ نکڑی، تکڑی، تکھڑی اور غیرہ بھی اسی تکھڑی میں ہیں۔ پھر بھلا اعتراض کا کیا موقع رہا۔

یہ بات اصولاً بالکل درست ہے کہ کارخانے میں قدرت میں کوئی شے برکار نہیں تاثی کی۔ لیکن یقیناً قطعاً نادرست ہے کہ جو شے بصیری بسادی کی اس میں انسانی تراش خدا ہر جا میں جرم ہے۔ ہم پر دوں کو کاٹتے چھانٹتے ہیں ہم ناہموار زپوں کو ٹھوکر کرتے ہیں۔ ہم ناخنوں کو بغل اور زیر ناف کے بالوں کو صاف کرتے ہیں۔ پیاضاں اپنے چھین میں سرے نہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح قدرت کا عمل تخلیق حکتوں سے ہر ہے اسی طرح ان کی تراش خداش کا عمل بھی حکمت خداوندی ہی کا ایک حصہ ہے۔ دیکھیجیے مورچھوں کو کٹو اماستون فراہد یا گیا حالانکہ ابو بکر صاحب والا طرز تکمیل ختیار کیا جاتے تو اعتراض نہیں ہے بلکہ کارخانے کا کہ اللہ نے مورچھوں کو تخلیق کیا ہی کیون جب ان کا کوئا ابھر فراہد نہ تھا۔

انسان علم و سامنے کی جیرت ایگزیکٹو فریقوں کے باوجود ابھی تک حجم انسانی کے تمام اسرار پر مطلع نہیں ہو سکا ہے۔ تمام تو کیا وہ شاید س فیصد کا۔ بھی احاطہ نہیں کر سکا ہے۔

بنائی ہے اس قلف کے کاٹ پھینکنا جالتا ہے۔ خدا کی نکتہ یہ ہے۔ دغیرہ وغیرہ۔ سنتے سے اکھڑ جانا اسی کہتے ہیں۔ بال اور ناخن بولکر چھا بج کے دعوے میں خلی انداز ہو رہے تھے انھیں انھوں نے چھکیوں میں اڑا دیا مگر منطقی توازن ان چھکیوں میں بھی نہیں۔

سوال یہ ہے کہ ناخن اور بال انسانی جسم میں اللہ یہ نے تو پیدا کئے ہیں۔ الگ عمل ختنہ میں قلف کا کاٹ پھینکنا اس لئے جرم و غلام ہے کہ اس کی تخلیق اللہ نے کی ہے تو بال اور ناخن بھی تو اللہ ہی دیتے ہیں۔ ماں کا کاشتے کے بعد وہ پھر سر تک آتے ہیں مگر اس سے کاشتے کا جواز کسے پیدا ہوا جب کہ آپ یہ قاعدہ کلی سے فراہم کر اللہ تو کچھ پر اکردیا ہے اسے جوں کا توں رکھا جاتے کا مٹانہ جاتے۔ خور فرماتے تو معلوم ہو گا کہ آپ کے طرز فکر کی وجہ سے ناخن اور بال کا قلنے والے تو قاغڈ کاٹتے والوں سے بڑے جنم ٹھیرے۔ قلف نے فقط ایک بار کاٹا جاتا ہے مگر ناخن اور بالوں کے ساتھ معاملہ یہ ہے کہ جب بھی وہ ترٹھ جھی بھی آپ کے کاٹ پھینکے۔ گواہ جم اور سلس جم کیسی بھیانک تصور یہ کہ اللہ بار بار ایک جیز پر اکرتا ہے اور آپ بار بار سے کاٹ پھینکتے ہیں۔ جو عندر ناخن اور بالوں کے باب میں بطور جواب پیش کیا گا تھا وہ تو اکٹھ اعتراف میں تقویت کا موجب بنا۔ قلف ایک بار کاٹ پھینک کاٹتے تو دوبارہ نہیں نکلتا۔ ناخن اور بال بار بار کاٹ پھینک کاٹتے تو دوبارہ نہیں نکلتے۔ اس سے تو معلوم ہو اکہ قدرت کے نزدیک بال اور ناخن قلف سے کہیں زیادہ ضروری ہیں اور قدرت ہر قیمت پر چاہتی ہے کہ وہ جزو جسم نہ رہیں۔ پھر بھلا کیا وہ شخص پر اجنم ٹھیرے کا جو فقط ایک بار کسی کم ضروری حصہ جسم کو کاشتے کا ارتکاب کرے یا وہ جو بار بار زیادہ ضروری حصوں کو کاٹ کر پھینکتا ہے۔

اسے تو گویا اللہ میاں سے خد ہو گئی کہ آپ چاہئے کتنی بھی بار ناخن اور بال پیدا فرمائیں، ہم انھیں کاٹتے ہیں یہ رہیں گے! ملے لو بکر صاحبے قلف کھاہے جو کچھ ہیں ۱۲

خالون پاکستان سری

بریٹ الاول ۱۳۹۰ھ مطابق جولائی ۱۹۷۲ء
میسی پھر

دستوری اجیت کی حاملہ خدمت تحریر و مختصر
علیم الدشاندار

ل دسوار نہر

وہ نہر یہ میر سلامی کی شہری خدا دبایا اور شوار
کی شکن کے علاوہ مشرق یونیورسٹی کے روپ کریم
کوچیہ احمد سیفی کوچیہ گنگوچیں نکر سپورٹ پارک ہے
وہاں کے عقیدت کیش الکار بکیں سریں حصے
رسیہ ریں

یہ شاہ شہزادہ ایک ہزار محتاج پر مشکل ہوا

نہر خالون پاکستان سوسائٹی کراچی

پھر وہ گیا جان سکتا ہے کہ حشفیر تلقہ سید اکرم نے میں کیا
مصلحت بھی اور پھر اس تلقہ کا طبقہ کی پھیلائی کے
عمل کو انبیاء مادہ ان کی امتوں کی سنت بنادیتے میں کی
مصلحت رہی ہوگی۔ انبیاء کے مقابی میں انسانی عقل و
تدبر کی حیثیت ممکن اور اطن و مخمن سے زیادہ ہمیں عقل و
سانس کے لظیتیے برابر بدلتے سادلتے رہتے ہیں مگر انہیا
کی دی ہوئی خریں اور قدریں اٹلی ہوتی ہیں۔ نبی وحی کی
روشنی میں جو کچھ کہدے وہ پھر کی لیے ہے چنانچہ عقل و
قیاس اس کی پھر انہوں تکمیلی تجویز یا تحریک ہے۔

ہم امید ہے کہ ختنہ کے بالائی میں مرستے سچے سب سے
برگزیدہ، الن وجن کے سردار خاتم الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہو۔ یعنی کے بعد ابو بکر صاحب
پسندیدہ خلافت پر نظر نامی فرمائیں گے اور تو فہم ہو گی قوتوہ
بھی کریں گے۔ و باللہ التوفیق۔

مر لاض متوحہ سہول

ناجھی، خراب ماحول اور غلط سوسائٹی کے
سبب راہ راست سے بچنے کے لئے اپنی صحت
کا سیدانہاں کر لیا چہ اور ایسے امراض کے چکل میں ہمیں
گئے ہو جو تم کو روز بروز کمزور اور ناتوان بنائے ہیں تھے
”محافظت شباب“ مفت منگا کر طریقو
اس کا مطالعہ بتائے چاکر بگڑھی تدرستی
کیسے سنواری جاسکتی ہے اور آسان اور کامیاب
طریقہ علاج کیا ہے۔



حکیم محمد عظیم زبیری۔ احمد وہر ضلع مراد آباد

Reason WHY PEOPLE USE حسن صفا

- 1. پسندیدہ اسلامی ایجاد کی تاریخ ہے
- 2. محض سکل ایجاد کی تاریخ ہے
- 3. خادوؤں اور طبلہ اور ایسی یونیورسٹی

تمہارے درود بخوبی
تائیکاری میں
بڑی کیلیے تکمیل

Darul Uloom Deoband

از حافظ ابو محمد امام الدین - رام نگری

مادہ

دو اشارات اور دو نتائج

جز اکم اللہ مدیر تخلیٰ اور قارئین تخلیٰ

بیش از کام مطالعہ بھی کیا کرتا تھا۔ اس طرح مجھے نہ صرف ہندو
مذہب کے سمجھنے کا موقع ملا بلکہ ہندو قوم کی ذہنی تیفیٹ اور واس
کی تفییات کے سمجھنے کا بھی موقع ملا اور جب تک تمہیں مسلمان کو
ان درودوں پا لاؤں کی الجھی معلومات نہ ہو وہ مذاہلہ شیخان
غلط فہمی و بدگمانی اور نفرت و بیزاری کو دور کرنے کے لئے
صحیح اور موثر طور پر کام کر سکتا ہے اور نہ غیر مسلموں کو اسلام سے
مازوس کرنا اور ان کو اسلام سے فریب لانے کر کر لئے ہیں نے
لٹریچری کے ذریعہ ہندو مذہب اور ہندو تفییات ہمیں جھاہ،
ہندوؤں سے بہرے و سچ تعلقات ہیں۔ ہیں نے ان سے براہ
رامست بائیس کر کے ٹھلی طور پر بھی ان کی ذہنی تیفیٹ اور تفییات
کو خوب سمجھا ہے اور مجھ پر اللہ نے وہ تمام را ہیں کھول دی ہیں جن کو
مذہلہ طور پر کامیابی کے ساتھ یہ کام کیا جا سکتے ہے۔

یہ کتاب و سچ اور کتنا و سچ الاطراف کا ہے، اس کے لئے
لکھنے بڑے ادارے مکتبت آدمیوں اور لکھنے سرگرمی کی ضرورت ہے،
اس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ اللہ نے چاہا تو اسے
دوسرے موقع پر پیش کیا جائے گا، لیکن اگر میں دو لفظوں میں
کہیں کہ یہ بائیخ لاکھ روپے اور ۲۵۰ آدمیوں کے ادارہ کی ضرورت
ہے تو خدا کی قسم یہ ذرا بھی بمالغہ نہ ہو گا۔ آخر میں مبالغہ کی
کوئی سی بات ہے۔ اتنے بڑے ملک اور مخالف ماحول میں مسلم
یہ متعلق غلط فہمی و بدگمانی اور نفرت و بیزاری کو دور کرنا اور اسلام
کو مقبول بنانا کوئی معنوی کام ہے؟ اس کے لئے تو ایک کروڑ بھی
ایک کروڑ کیڑی کے برابر ہے مسلمان اتنی بات جس قدر جلد

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص نصیل و کرم ہے کہ وہ تھیفیں مجسے پر
ملک کی تفصیل سے بہت پہلے واضح ہو جائی ہیں۔ ایک حقیقت
یہ کہ وہ وقت آگرہ ہے گا جب اُردہ ہیندی کو ظلم حاصل ہو جائے گا
اس لئے مسلمانوں کو ہندی زبان کی تعمیر نہیں حصہ لینا چاہیے
اوہ جس طرح آتش پرستوں کی زبان فارسی کو مسلمانوں کو اسلامی
زبان بنادیا اسی طرح ہندی کو اسلامی زبان بنادیا چاہیے۔
دوسری حقیقت یہ کہ مسلمانوں کے لئے اس وقت تک اس
ملک میں عزت دا آبر و اور امن و ہماقیت کے ساتھ رہنا ممکن
نہیں جب تک وہ غیر مسلموں میں اسلام سے متعلق بھی ہوئی غلط
فہمی و بدگمانی اور نفرت و بیزاری کو دور نہ کر دیں اور ان کو اسلام
کے برکات و محاسن سے آشنا کر کے ان پر یہ حقیقت و واضح نہ
کر دیں کہ اسلام نفرت و بیزاری کی چیز نہیں بلکہ وہ ان کا دار
ملک کے لئے خیر و نلاح کا فریضہ ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا مزید نصیل و کرم ہے کہ اس نے جس طرح
بھیر پریدوں تھیفیں واضح فسایس اسی طرح ان متعلق کام
کو کرنے کا شعور بھی عطا نہ کیا اور اس کا ایک کٹ لٹجھے تیار
اس وقت اور طرح کیا جب ہیں عین طور پر جانتا بھی نہ تھا کہ
مجھے یہ کام کرنا پڑے گا۔ اس تیاری کی صورت یہ ہوئی کہ میں
ہندی اجرارات وسائل کے ذریعے مٹھا مین اور افسانوں
کے اور دوسری تحریکیں کیا تھا اس کے لئے مجھے ہندی کے اخبارات
و رسائل خوبی نہ پڑتے تھے، ان پر چون میں ہندو مذہب سے
متعلق بھی ہر صنف اور قسم کے مضمون ہوتے تھے اور میں کم و

مل گیا ہے جسے راقم المحدود نے ہی ترجمہ کر کے شائع کیا تھا۔ اب جماعت اسلامی ہند شائع کر رہی ہے۔ اس کتاب پر کوئی طبع کرنے نہیں ہندی کہ وہ سرے اسلامی افڑی پر کے مطابع کا شوق ہوا اور وہ مال خرمسان ہو گئے۔

کاشم سلطان خواص داکابر اور اسلامی جماعتیوں کے
سربراہ حضرات اب بھی ہماری دعوت اور ہمارے کام کی
اہمیت کو تجھیں اور مولانا ہامر غنی کی طرح وہ بھی دل ٹکھوں کر
مسلمانوں سے اپنی کرس۔

بچلی کے دو شاندار نمبر

جو حشرات ان نمبروں کو نہ دیکھ پائے ہوں
ان کے لئے مسٹر تجش بھیش کش

خاص نمبر ۱۹۷۳ ایک نوع دلچسپیوں اور علمی جواہر پارٹی کا دلکش بھروسہ۔ میر تخلیٰ کے قلم سے متعدد اہم اور نازک سوالوں کے متعلق مفصل جوابات۔ آغاز میں ایک عجیب حادثے کی تحریر خیر کاری۔ صفحات تین سے زائد۔ قیمت ڈالٹھڑو دینہ۔

ڈاک نمبر ۱۹۶۳ء	بے توداں بہتری ٹھیرا علم و فقد اور
انشام کے حسن سے بھر پور درجنوں	سوالات کے دلنشیں اور بے لاگ جوابات۔ پھر بلا بھی ایک
گزینہ پامفی کے روپ میں!	قیمت سوار و پیہ
کتاب الاخلاق مجلد ۲/۵.	انسانی دنیا مسلمانوں کی
۷/۵.	طوفانیں ساحل تک ۔۔۔ عوج و زوال کا اثر جملہ
مقالات سیرت ۔۔۔	ہن روستائی مسلمان ۔۔۔ سلام
اصحول غصیر اردو ۔۔۔	خیر کشیر اردو ۔۔۔
فیوضن الحرمین ۔۔۔	حقائق ۔۔۔
فلسفہ دعا ۔۔۔	اسلام کیا ہے ۔۔۔

دین و مشریعات مکتبہ تحریک اسلام - (دیوبندی دینی)

سچھ لیں ان کے حق میں بہتر ہے کہ وہ نہ دنوں ہاتھ جوڑ کر ایساں و
اسلام کے ساتھ حفظ اور ملکے ہیں نہ وقت کے اقتدار کا لکھہ
پڑھ کر اور نہ اس کے حق میں ضمیر فروش مسلم اکابر کی طرح دنیا کے
ملٹیٹھے جھوٹی شہادت نے کروہ اسی طرح ملٹیٹھے اور ہر باد ہوتے
رہتے گے۔

ہم اقوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کے دینی
حلقے کے اکابر اور ان کی مدھی جماعتیں کے سربراہوں نے
ہمارے مقصد کو اور ہمارے کام کی اہمیت کو اچھی طرح
سمجا۔ ہماری تین دنافرین بھی کی بنکن ہماری احانت کے لئے
مسلمانوں کو بھی متوجہ نہ کیا اور نہ ہمارے لئے اپیل کی۔ اسکی وجہ
ہم بھتے ہیں، انہوں نے ایسا اس لئے نہیں کیا کہ ہمارے لئے
اپیل کریں گے تو خود ان کا ایک نہبر کرٹ جائے گا اور وہ اپنا نقشہ
کرنا نہیں جائے گا۔

خدا بہترین سے بہترین جزاۓ دنیا اور آخرت دونوں
میں نوائیے مولانا عامر غوثی صاحب مدیر مجلس اور قائمین مجلس
کو کہ مولانا نے ہمارے کام کی امداد کئے پورے اخلاص اور
پورے حوش و دلول کے ساتھ اپنے قارئین سے اپل کی اوران کے
تاریخی اسی خلوص اور حوش و دلول کے ساتھ بڑی اور چھوٹی
وقایں بیجی سبھی ہیں اور ہم امید ہے کہ سلسلہ چینیوں میں رہی رہیگا
اور ایک محقق رقم فراہم ہو جائے گی اور ہم نہ صرف حصہ صدیق الامان
کا جواہر شائع کر سکیں گے بلکہ ایسے برداشتگارم کو آئے بھی پڑھا سکتے۔

ہم جانتے ہیں کہ تجھی کی آخری کالی پرسیں ہیں جلتے کہ باقی
ہوگی اور شہر سے کہ اوپر کی سطح پر بھی ہمی کے تجھی میں آسکن اسلام
حضرت اعظم ہے ۲۰۰۱ پریل کے جریب "ایشیاء لاہور" میں اپ
ضیا رالجن حکم نو مسلم مدرس کا بیان "تاریخی سے نوری طرف
کے ہواؤں سے شائع ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ وہ
ہندو دھرم سے قطعاً بیڑا ہو جلتے کے باوجود دا اسلام اور مسلمانوں
کے سخت و شدید اور یہ نتیجہ تھا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف
پروپگنڈے کا جو اس ملک میں ہوا ہے۔ مگر ہندو دہم سے اس
بیڑا ہی کی حالت میں اتفاقاً ایک لاتسر بری میں ان کو مولانا
مودودی کے کتاب پچے دین حق "کاہنندی ترجمہ" سنتیہ دھرم

مسجد سے مہناز مکھ

ہر اب ندار کھا ہے۔ مناسب مقدار میں سو ڈالا کمری جائے ایسی نشہ اور بھی نہیں ہوتی کہ بھی حرمت کی زدیں لے سکتے خدا ہی جانے پر گرفتی بات اخیں صرف کے سی شاخ نے بتائی تھی یا تجربے سے عالم کی تھی۔ سو ڈالے اور شراب کا جوڑ کتابوں میں تو ہم نے بھی پڑھا ہے مگر تجربہ کا موقع اس نے نہیں ملا کہ تیرسکالی مشن پر باہر جانے کا سفری چاں ہیں کبھی نہیں میر آیا ایک کانگریزی بنتا جو ہمارے کرم فراہم نے کہا تو نئی بار کہ تمہیں بھی باہر بھجو اور مکروہ ہمشہ طرح درجاتے ہیں۔ ایک مرتبہ تمہری بہت سر ہوتے تو حملہ کر کھینچ لے۔

”یار بھا کو کر دخیر سکالی مشن میں شمولیت کئے گئے صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔ بڑی لپک چاہئے ملا صاحب آپ تو نہ سے پھر ہیں۔“

”میں بات ہوئی“ میں نے حیران ہو کر پوچھا ”چھتے آپ کی کامرا دیتے؟“

”قم نہیں سمجھو گے۔“ چھوڑو۔

”آخر کیتے تو۔“ میں بالکل ہی گدھا تو نہیں ہوں۔

”ایسی ستے تو خس ہو۔“ گھٹے ہوتے تو تیرسکالی کا

فلسفہ بھی کامیجھ چکے ہوتے۔“

”پھر تو سو قصہ دی گدھا ہوں۔“ یقین کیجئے مارے

گھٹے چکے گدھا ہی سکتے ہیں۔“

”بادا جانے بھی دو۔“ اچھا فرض کرو میں تھلتے

گھال پر چانٹا ماروں۔ اسے تم کیا کہو گے؟“

”میں آپ کے بھی چانٹا ماروں کا عرض معاوضہ گلے نہ اور۔“

نشیخ الامت مولانا سعیح الزماں کا نورانی چہرہ شیخ تو مستقل ہی تھا۔ عرومنہ شباب جاستے جانتے بھی اپنی مانگ کا سیندھو اور ہاتھ پر ہوں کی جتنا ان کے اعصابی مرکز میں پھر گئی تھی۔ ۲۷ سال کی عمر مکمل نہیں اور وہ لوئے یکسر جوان۔ تین مکان نبوچکے تھے۔ اب چھتے کی طرح ڈال ہے تھے۔ راڑھی شاید پندرہ سال پہلے چند ہفتون کے نئے سفید رہی ہو گی پھر وہ سیاہ ہو گئی۔ سیاہی بھی چسٹہ ہی سال پہلی پھر وہ برااؤن ہو گئی۔ تیسے اب تک برااؤن ہی ہے جہنمدی سو رو الفاق سے کوئی مسلمانی کی دکان سے آجائی۔ تو دنگ لا تک دہ جاتا ہے ملکن کوئی آہتا نہیں کیا جاتا ہے کہ جہنمدی پر کسی غیر کانگریزی کا سایہ تک نہ پڑے اس کاف نہ ہے یہ ہوتا ہے کہ رنگ ڈار ک برااؤن ہوتا ہے۔ پرنگ انکی نسبیت کے گاٹھے پن اور انکار کی گہرا ایسے خوب نیج کرتا ہے۔

پان اور حلقہ تو تیر پھین ہی سے نہ کرتے آتے ہیں مگر اب تک حدودت سے سکریٹ پر بھی التفات فرمائے لگتے ہیں۔ اس التفات کا ملٹا ہر وہ ایسی بار اس وقت ہوا تھا جب وہ دوسرے ملکوں سے تیرسکالی مشن کی ہم سرکر کے لٹے تھے خوش نصیبی اگر ایک موقع مصر و عراق و عرب کے سفر کا اور دیہ تو امید کا، حاصل کیا ہے کہ شراب بھی ان کی لگاہ التفات سے حرام نہیں۔ یعنی طور پر وہ اس حد تک رونٹ نشکر ضرور ہو گئے ہو اک دن غراہت ہے۔“

”جادا اور تنگ نظر بولو یوں نہ شراب کو خواہ نخواہ۔“

کوئی با حوصلہ و ذریغ زمانہ کی طرح خارے کا بجٹ بنانے کا
موقع میرا تارہتا ہے۔

آج اتفاق ایسا تھا کہ پھرداں کے بکشون کے
پیکٹ میں فقط چار بکٹ باقی رہ گئے تھے۔ تو اور ہونے
کے باعث یہ بھی امید نہیں تھی کہ کل سے پہلے نیا پیکٹ ہیتا
ہو سکے گا۔ ملائی کہنے لگی۔

“آج خالی چائے پر ٹرخا دیجئے۔”

“اس میں تمہاری بھی سبکی ہوئی۔ انہوں کا آمدیٹ
منالوں دو چار سینٹار وچ گالا۔ تین بکٹ رکھ دیا۔”
“گھر میں نہ انٹے ہیں نہ ڈبل روٹی۔ کہیے تو یاسی روٹی
کوئی ہیں۔ مل دوں۔”

“حضرت کرتی ہو۔ وہ بھی اور کوچم کا نسیخ خوب
پہچانتے ہیں۔”

“خیر یہ تو نواب بھی نہیں ہیں۔ اصلی بھی کیا آسمان سے
منگاتے ہوں گے۔”
“بجا لوگوں پر انسے کامگرسی ہیں۔ گھر میں نہیں
ہیں۔”

“ہیں گی۔ یہاں تو بھی ان سے یہاں کی چاچھی بھی دیکھنی
نہیں ہوتی۔”

یہ بجٹ پھر بھی۔ اب تو جلدی سے چلتے اور بکٹ
وغیرہ بھجواؤ میں بیکھریں چلتا ہوں۔
“وغیرہ کہاں سے بھجواؤ۔ نہ گھر میں کچھ ہے تو کوئی
لامے والا ہے۔ چار بکٹ ہیں وہی ٹرے میں مسحاد دیجی۔”

“پھرداں کا کیا ہوگا۔؟”

“اپ کی بلاستے۔ ر درو کے سو جاتے گا۔”
چائے کے دوران مولانا نے ایک پلاس اسالہ میری
طرف برٹھایا تو ان کے ہر سے کی تھری ہیں غصے اور چوش
کی تھیا ہر طرف نکھر آتی تھی۔ ٹھللے ہو صفحے کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے یوں۔

“در اپڑھ کردیکھو کیسا اندر ہی ہے۔ کتنی پست ہو گئے ہیں
آج کی دنیا۔”

“بس اسی کا نام جبود ہے۔ انہوں نے بھٹ سے کہا
جو شخص ہر حال میں چانتے کو چانتا سمجھے اسیں پچ کہا
دھری ہے۔”

“پھر کیا چانتے کو بوسہ کہنا چاہیے؟” میں چکرا کر
بولा۔

“بالکل کہنا چاہئے۔ یہ دراصل حالات پر منحصر
ہے۔ حالات کا تقاضا اگر اسے بوسہ کہلوئے تو پوسہ کہو۔
بھم کہلوائے تو بم کہو۔ سیاست میں کسی بھی جائز کی ایسی کوئی
حقیقت نہیں ہوتی۔ کسی شہر کو اگر تم بدارڈ کرے شمشان
بھوپالی میں تسلی کرو تو سیاست کی زبان اسے یوں
بھی بیان کر سکتی ہے کہ تم نے فقط بھوپالی پر سائے تھے۔
باب کے۔ کیا آپ پہنچے بھی لگے ہیں؟” میں نے
ناک سے مٹڑ پڑ کر کے ان کا تنہہ سوچکا۔

“تم پھری کا سیل بیجا کر دے عزم!۔۔۔ اچھاں اب
ہمیں گاندھی پشتکالیہ کے خدا ہم کو جانا ہے۔ جے ہند۔”
“پھر یہی میر صاحب۔۔۔ پچ کا مطلب یہ اب اب
بھی پوری طرح نہیں سمجھا۔”

“زندگی بھر نہیں بھروسے۔۔۔ تھیں اور تمہارے جیسے
بہتوں کو مکتب کے کندڑیں اس تاریخی اور الایala اصطلاحوں
میں پھانس کرنی کا ماہ ہوں دیا ہے۔”

“مریم صاحب لوگ تو کوئی مسجد کے امام صاحب
کو بھی ہی کا مادھو ہی سمجھتے ہیں مگر وہ دوبار خیر سکالی شن پر جا
چکے ہیں۔”

“ان کی باریک صلاحیتوں کو ہم لوگ کیا بھیں گے۔۔۔
— وہ دو سال میں بختا لگتے ہیں تم زندگی بھر بھی جھک مارو
تو اس سے آدھا نہیں کیا سکو گے۔۔۔ جاؤ ضمیر اور صدق و
دیانت کی مالا جیسو۔ جنت کی حوریں تھمارا استظار کر رہی ہیں۔۔۔
اس لفڑک کے بعد میری بہت نہیں ہوئی گھر پھر بھی
ان سے وض معاکرتا۔

مگر ذکر سمح الملکت کا تھا۔ وہ گاہے گاہے از رائے غفت
غزیبا نے پر تشریفیت لے آئے ہیں اور ان کی برکت سے ملائی

اس وقت ان کے منہ میں تھا۔ جمل سے اُتا کر گئے۔
”کہاں کی بات کہاں نے آئے ہو۔ ذکر اپنی حکومت
کا نہیں اگر یقینی ریاست کا ہے۔ اپنی حکومت تو کاندھی
جھلکتوں کی حکومت ہے۔ وہ غلط بیانی کرے گی تو اسماں
کہاں قائم رہتے گا۔“

”پہ ملتا ہے روانڈا کی حکومت بھی کاندھی جھلکتی
ہیں لیکن رکھتی ہے۔ اب دیکھ لیجئے گا جلد ہی اسی اخبار
میں یہ صحیح آجائے گی کہ ماڑھے سات سوکی تعداد
در جم حساب کی غلطی تھی، مقتولین کی ٹھیک تعداد صرف
ساڑھے سات ہے۔“

”اب تم جیپن پر اتر آئے۔ زیادہ سے زیادہ
یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ برطانوی مسافروں نے دوسرے
بیانی کی ہڈی کیونکہ سلامتی کو فل میں برطانیہ کے شہر
کے محلوں جوہن و سان دشمن روایہ اختیار کیا ہے اس سے
برطانیہ کی اخلاقی پوزیشن اس حد تک مشتبہ ہو جائی ہے کہ
کسی بھی برطانوی مسافر کو راست گوشتار و نیاشکل ہی
ہے مگر دوسرے لوگ جھوٹ کیوں ہیں گے۔ آٹھ ہزار
کی تعداد پر تو اختیار کرنا ہی پڑے گا۔“

”جلیت کر لیا مگر اپنے ہاں جو کچھ ہوا ہے اس کے
باۓ میں گیا ج پر کاش نا رائی جیسے لوگوں کو بھی جھلک
دینا چاہیے۔“

”بالکل جھلک دینا چاہیے۔ کیا دیکھتے نہیں ہو رہے
شیخ عبد اللہ کے مشاہد میں ہے ہیں۔“

”کشیر کا تقسیم الگ ہے۔ اس کا فوادت سے کیا
جو ۹۔“

”جو لوگوں نہیں۔ شیخ عبد اللہ کو سر بر جھٹھا
ان کی ہاں ہیں ہاں ملانا۔ کشیر کے ہندوستان سے الحاق کو
اوٹھ دھاتا تھا۔ میرب خدا ری کی باتیں ہیں۔ ایسے اکتن
نو از عین صرفاً کسی بھی معاملہ میں کوئی اختیار نہیں کیا جاتا۔“
”لیکن شان تو شیخ عبد اللہ کی مختارت ہوئے
بھی برھاتی ہے۔ وہی آخر کیوں ایکٹے مشدہ مسئلہ پر
ہیں۔“

میں نے ٹھہرایا۔ یہ ایک بھرنا مضمون تھا جس میں بتا
جیا تھا کہ افریقی ریاست سر و نڈا ایں حال ہی میں کمزور دہ
کا جو قتل عام ہوا ہے اس کی تعداد لوگوں کی حکومت نے
سارے ہے سات سوتاں تھے لیکن سو ٹھڑے بیٹے کے سفارتی
اضرالیم۔ کے فرے کہتے ہیں مقتولوں کی تعداد دو اور تین
ہزار کے درمیان ہے۔ دو اور ممتاز حضرات فرماتے ہیں کہ
آٹھ ہزار ہے اور سو ونڈا اسے نیروی پہنچنے والے برطانوی
مسافر شہادت دیتے ہیں کہ بھیں اور تین ہزار کے درمیان
جاہیں ہاٹ ہوئی ہیں۔

”واقعی دردناک خیر ہے۔“ میں نے بس یوہی کہا۔
”میں نا۔ قیامت دکھو ہیں ہزار سے زیادہ متفض
مارڈ اسلے گے۔ اعدروں کی حکومت حضن مارڈ ہے ساتھ
ہانک رہی ہے۔“

”اوہ۔۔۔۔۔“ میں چونکا۔ درہ میں پہلے کوئی نہ
اہمیت نہیں دی تھی۔ ”واقعی یہ نامناسب سی بات ہے۔“
”امن اس سے میں“ دہ ترخ کر پولے ”صاحبزادے
بات کیسے کاٹھنگ کیوں آتی ظلمانہ حق پوشی اور کذب
بیان کو تم اتنے لکھ لفظوں میں لے رہے ہیں۔“

”شرمندہ ہوں مولانا۔ لیکن آپ بھی شاید کچھ
بھول رہے ہیں۔“

”کیا؟“ لفظوں نے مستفسر اندراز میں بھکھوڑا۔
”چھلے ہے مگر کشیر خاں کے ہاں بندہ بھی تو حاضر
تھا۔ جب خال حسب نے کہا تھا کہ بہار والے ریاستیں
دورہ کر رہے تو مشاہدین کی رپوٹوں میں تو ایکی ضمیح مند
گھرہ میں خہدا رہ کی تعداد دو تین ہزار سے زائد بتائی گئی ہے
حالانکہ مارکاٹ دوسرو شہر وہیں بھی ٹھرے چلانے پر
ہیڑی ہے لیکن ہماری حکومت پاٹخ سوکا بھی اعتراض
نہیں کرتی۔ تو آئئے ڈاٹ کر فریا یا تھا کہ حکومت ہی
کے اعداد و شمار پر اختیار کرنا چاہیے۔ مشاہدین تو بھکھ لیتے
مولانا کے چہرے کی مشرخی اور بڑھنگی۔ چوتھا بیکٹ

"جیو" میں بھر کر پول۔
اے تم اخنادانی مسلم لگی ہو۔ تھاری نسیں میں
فرقت و اربیت کا زہر بھرا ہے۔ تھیں آزاد چھوڑ رکھ دیے یہی
حکومت کا احسان مانو۔"

"احسان کہاں مولانا یہ تو ظلم ہے۔ میں کب سے منتظر
ہوں کہ میرت نام کا بھی وارثت کئے مجھے بھی اُس جہاں
خلئے کی اقامت ہے یہاں ہو جہاں آتا اور چینی خردی کے لئے
راشن کارڈ کے کر گھونا ہنس رکھ لے۔ آپ اگر کے یا بی
کلاس دلائی کا وعہ کرن تو آپکے سر کی قسم ابھی کہ کا
سر پھوڑ کر تھانے پنج جاؤ۔"

"خوب احسان نام سے تھے۔ ہمارے دم سے تو
اب بھی آزاد ہو۔ تم روک خاتم نہ کر دے رہتے تو اب تک
جیل میں سڑاگل بھی کئے ہوتے۔"

بلکہ اور جیسے دونوں کمال فنا کی منزل میں پنج
چکھے۔ مولا نے گیپٹھ کا پیکٹ جیسے کالا کر ملکیق
جلائی۔ پھر ناکے دھواں خارج کرتے ہوئے ایک آڑہ
سے انکڑا اٹی لی۔ پھر پر تیستے ہوئے ہلے۔

"اچھا بھی۔ اب شاید ہمیں بھر تک طاقت نہ ہو
سکے۔ کل ایروپیں سے ہمارا وفد شرق وسطیٰ جا رہا ہے۔"
گلہ لکھ۔ اچھے مولانے مجھے بھی لے جائے مخدوک
لئے چلتے۔ آپ جو کہلو ایں گے میں ہوں گا۔ جو کہ ایں کے
کردن گا۔"

"یا گل ہوئے ہو۔ یہ بھی کوئی گھر کی پیری ہے۔"
مجھے آپ اپنے ستر میں باندھ دیجئے۔ دم میں ملکا بھی
اور۔۔۔ کسی میں بن کر کے چلتے۔ مجھے صدر دیکھنے
کا بہت شوق ہے۔ مسلیہ وہ شرق کا پرس ہے۔"

"بداش کہیں کے۔ ہم کوئی سوریں دیکھنے جاتے ہیں۔"
آپ نہ دیکھے گا۔ آپ کا ترجی بھی بھر گیا ہو گا میری
محض جو ای تو اس لئے ہی کٹ رہی ہے۔"

"مجھے قوم پرست بنو۔ دن پھر جائیں گے۔"
بتا دیکھے۔ ابھی بنادیجئے۔ بتا دیکھے کیا کرنا

گفت دشید کے لئے آمادہ ہو گئے۔
"پنڈت نہروی کا سیاسی کردار کو نسبتے غبار
رہے۔۔۔ کتنے ہی بھری نظروں سے اب یہاں تک سوچنے
لگے ہیں کہ کہیں پنڈت جی بھی پاکستان سے تو نہیں مل سکے۔"
"اوہ آپ بھی ایسا ہی سوچنے والا میں شامل ہیں۔"
میں نے سوال کیا۔

"میں۔۔۔ نہیں تو۔۔۔ میں صرف اس حد تک
سوچتا ہوں کہ تاج عبداللہ کی جیل سے چھوڑ کر غلطی کی بھی
ہے۔۔۔ صحیح تو یہ ہو گا کہ ایں پھر جیل میں ٹو ال دیا جائے۔"
"دس سال تک جیل میں ڈالے رکھنے سے گیا۔۔۔ تا
ہے ان کے مقدمے پر کوئی طوفی خیج ہوئے ہیں۔"
"کیا خیج اگر خیج ہوئے ہیں۔۔۔ خیس خیج پر کر
پاکستان تو نہیں چل سکے۔۔۔ اپنے ہی بھائی بندوں کے پاس
رہے۔۔۔"

"سلیہ دیسے بھی ہر سال کشیر پر بہت خیج کرنا
پڑتا ہے۔"

"پھر کا مصلحت ہے۔۔۔ خیج کے بغیر حکومت کہاں
چلتی ہے۔۔۔ کشیر کے شمار ترقی ملی ہے۔"
"کہتے ہیں کہ بخشی غلام محمد صاحب بھی کافی ترقی
کر سکے ہیں۔"

"گیوں مل کرتے۔۔۔ دھنی وطن ہیں۔۔۔ قوم پرست
ہیں۔۔۔ شاندار صلاحیتوں کے مالک ہیں۔۔۔ اگر ہندوستانی
خزانے کے فیض سے کشیر کے ساتھ ساتھ اس کے ذری
عظم کی بھی مالی پوزیشن مضبوط ہو گئی ہو تو اس میں نقصان
کو نہیں۔۔۔ کشیر اپنے۔۔۔ خزانہ اپنایا ہے۔۔۔ بھی وہ اجنبی پہنچے
ہیں۔۔۔ جملے دلے جلا کریں۔"

"ماچھر غلام بھی تو اپنا ہی ہے مولنا۔۔۔ اسے بھی تو
بھتی اگر کہیں سے چند قطرے دلائیے۔۔۔ کم سے کم کسی خیس
رگانی میں پر بھجوادیکھئے۔"

"تم تو عزیزم زندگی بھر جاتے ہی چھمارتے رہو گے
خیس کالی میں پر جائیں گے۔۔۔ ہنہ۔"

۹۶

"91

”ذہن کچھ ایسا بن جانا چاہئے کہ جب دُداور گوست
کہونے خود بھی پرستے تینوں کے ساتھ یہ بھجوک اس کے سوا
کوئی امور حساب دوست ہو ہی نہیں سکتا۔ دوسرے کچھ
بچھ رہیں مگر تم پرے خلیص اور تین کے ساتھ اپنی بات
دھرا لئے رہو۔ پھر اگلے ہی دن اگر قومی مفاد دداور دو
مارہ کھلوانے کے حق میں ہو تو تھیں ذرہ بر ارتامیل مارہ
کی آواز لگانے میں نہیں ہوتا چاہئے۔ کل کی بات کل کی
سامنے کی اب دداور دو مارہ ہی جزوئے ہیں۔“

دیرمی ناکس۔ نیکن قبلکی خدیث نے اگر گھونسا
رسید کر دیا تو۔۔۔

"تم دو گھنٹے مارے۔"

لکن دو گام بیش از بروان توجه

لکھی اور کو مارو۔ گما کا بھائی بند جو ذر المزدور سا
ذکر مصادر ملے گا۔

”الحضریث۔ بالکل سمجھ گیا۔ پہنچتی زیر را قیامِ الاسلام
حُم کی ساری کتابیں میں کل ہی رد ہی میں سمجھ دوں گا۔ کیا
کوئی کتاب جی آپ کے پاس قوم پرستی کے موضوع پر ہے؟“
”کتاب کا تماضہ درست ہے۔ نہیں و اخلاق کے

دیاب قی پیدا ہر یوں ہے۔ مدھب دار اس سے آپ رچ عقائد و دلائیں میں گھر کے ہوتے ہیں تجھی معاملات میں ان سے کام لا لے رہا اسی و اجتماعی مسائل میں انھیں لٹک دو۔ اسی سزا بحقوں کا ایک سبق ہے۔

مولا ناسگرد پوری کو کے چلے گئے۔ کہانی میں بس تنا مٹکڑا اور ہے کہ دانتش دن بھر رو تارہ۔ ماں رونی کا لکڑا را تھا میں دنتی تو جھلک کر چینک دیتا اور تو می زیان میں کہتا ہم تو بیٹھتیں گے۔ شام تک وہ خود بھی رونے لگا اور بعد مغرب جب میں ہر من داخل ہوا ہوں تو ماں بیٹے دوست کا بیٹے تھے۔ ماں پہنچنے تو جھپپر بر سی پھر دانتش کو نیری گود میں ڈال رہا۔

اپ ہی سنبھالئے۔ سارا دن روتے روتے

”ہمیں پرسوں تھوڑی جھٹی سے۔ وقت لگیا“
”حلیہ اسمہ اللہ تو کر رسمتے“

”اچھا۔ تباہ دُوا اور دُوکے ہوتے ہیں؟“

”ٹھاں سے حاصل“ میں گھومن کی طرح ہے لہ۔

سیزت سے ہے کہ داود دو حار بھی موسکتے ہیں اگر شاذونا درا۔

”شادونادر“ میں مدد مانایا۔

”جی... ہاں...“ انھوں نے کاڑھے لبھی میں کہا ”زیادہ تر داؤ اور دوپاخ ہوتے ہیں۔ تین بھی ہوتے ہیں۔ اس بھی ہوتا ہے کہ دو اور دو کچھ بھی نہیں ہوتے؟“

”یہ پتہ چلا نے کا قاعدہ یہ کہ کب کتنے ہوئے ہے
ہس؟“ میں نے شوق بھرے لمحے میں لو جھا۔

”قاعدہ کچھ نہیں۔ دماغ کو اتنا عسل دو کہ وہ قوم پرستا خیالات کے لئے بالکل پاک ہدایت ہو جائے۔ جب اس میں قوم پرستی سچ بس جائے گی تو تھارا وجہاں ہی قاعدہ اور عمار بن جائے گا۔“

”یہ تو کمال ہے“ میں خوشی سے یہ تابو ہو گر جو لالہ
کی چھتر اس فصلہ مان لیا جایا کرے گا ۹

سو فیصلہ دی ایک سچا قوم پرست دو اور دو
بائیس ۲۲ کھدے تباہی درست۔ دس اور جھوٹ کھدے

جب بھی درست۔ بس ابھی ذرا مضبوط ہونا چاہئے۔
”میں ابھی کو سیسہ ملاؤں گا مولنا۔ اب بھر کتھے

ہیں۔ میں ابھی سے دس اور چونٹا نوے کہہ سکتا ہوں۔
— پھر تو یہ چلیں گے ساتھ؟

" بالکل بچے ہو۔ اسے ابھی دماغی غسل کے طریق سے تو گزرو۔ فقط ربان ہی سے کہدیاں کافی نہیں ہوتا۔ خود اعتمادی کی سدا ہوئی جائتے۔"

مولانا۔ میری خود اعتمادی آپنے نہیں دیکھی۔
اگرنا جس سے لڑنے کی بہت رکھتا ہوں۔

"چین سے لے کرے تی ہمہت رہنا ہیوں تا
چین چایان کوئی چیز نہیں۔ خود اعتمادی کا نیس

”ماں یں کھنیں اولاد کے ملنے چاہے مر بھی مٹیں مگر اولاد طوطاً خشم پاپ ہی پر جان حضرت کی رہے گی“
”یہ بات نہیں ہے بھائوان۔ تمہنے دھنگ سے کوئشش نہیں کی درستہ شی تورہ میں ہے میں اور آئٹک کو بسکٹ باور کرایا جا سکتا ہے۔ میں نے مولانا سعیج الزیمان کی رہنمائی میں آج ہی سے داعی غسل شروع کیا ہے اب تم دیکھ لینا انعام اللہ کچھ ہی دنوں میں تحدی سے ماسے نظری گھسنے اصلی بن جائیں گے کیونکہ قری زاویہ نظر سے میں طری برکت ہے۔ یہ تھار ابڑا اللہ نے چاہا بڑا ہو کر پیچا کا کریں گے کا د بال اللہ العزیز و ہر المستعان“

خیال الدین جمال عبد الناصر کا مصر

ایک خبر ہے:-
”مصر کے ترقیاتی پروگرام کے مطابق ہالی وڈ“ یاد ہے کیمپین کی قسم کا ایک شہر صورتیں بھی تیزیر ہو گا اور دس کا کام دس سو سو بیسے بڑا فلم سازی کا مرکز ہو گا اس پر جو مصریت کی لفڑی کا نکاح پورا ڈر صرف کرے گی اور اس میں ”ہالی وڈ“ کے پائے ہی کے ظمی ادا کار اپنی فتنی چہارت کے کملات دھکایں گے یہ شہرستانیں جب ملک میں ہو جائے گا تو اسے ایک قابل فخر نامی مرکز کہا جائے گا۔

مزید کہا جائے کہ اس کے لئے پہترین سازی مسان یورپ اور امریکہ سے نزدیک کیا جائے گا۔ اور اس میں یورپیان اقتصادی ڈیپھر سو فلیں تیار ہوں گی۔“

یہ تخریج ہوئی۔ افواہ یہ ہے کہ مصر کے سلطان لمعظم خوت تائب جمال عبد الناصر اس اسلامی یالی وڈ میں ایک عالی شان سجد بھی نہ ایں گے اور اس کے ملوثیں بہت شاندار عمارت اسلامی ریسرچ ایکٹری کرنے بھی نہیں ہے گی جبے جامع ازہر والی ریسرچ ایکٹری کے ہمیڈ کوارٹر کی

اڈھارہ گیا ہے۔“

”بھئی بھڑکی، پلاو، پراٹا کچھ بھی بنائے کھلانا یہا ہے۔“

”سب کو کے دیکھ لیا مگر یہ بسکٹ ہی کی راستے

لگاتے ہوئے ہے۔“

”محاصلے بس کا کچھ بھی نہیں۔ لا اور دو لیٹھا کا مکڑا

لا کر دیں اس کا بھیجا درست کرتا ہوں۔“

ملائکن مکڑا لے آئی۔ میں نے بچکی طرف بڑھایا

اس نے مکڑا کے زمین پر بھنک دیا۔

”ہائیں بیٹے بسکٹ پھینکتے ہیں۔ دیکھو کیسا

مزیدار بسکٹ ہے۔“

میں نے مکڑا اپھر اس کی طرف بڑھایا۔ اب کی اس نے

آن سو بھری آنھیں جھپٹ کر مکڑے کو غور سے دیکھا۔ میں نے

خوراکی کہا۔

”اے بیٹے یہی طرح کا بسکٹ ہے کاگزین لوس نے

بھیجا ہے۔ یاد ہے ایک دن تصویر تھیں دھکائی تھیں جس

میں کا جگریں والے بچوں کی مٹھائی بانٹ رہے تھے۔“

اب اس کی آنکھوں میں حزیر تھکری کے آثار جھکلے

روں روں کا نقہ بند ہو چکا تھا۔

”یہ دیکھو“ میں نے مکڑے کی کور کو دانت سے کاٹ

کر منہ چلاتے ہوئے کہا۔ ”کیسا مزیدار بسکٹ ہے۔ گاندھی

بھٹکڑا سے آیا ہے۔“

لیقین اسے اب بھی نہیں آیا مگر کامل بے لقینی بھی

باتی نہیں رہ گئی۔

”شاپاں بیٹے۔ بڑا چھامتا ہے۔ یہ تھاری

اتی بہت بڑی ہے تھیں بسکٹ نہیں دیتی۔ یوم ہمارے

ماہر سے سست کھاؤ۔“

یہ کہ کہ میں نے روٹی کا بھروسہ اس کے مخصوص میں

دیا۔ لیقین بیٹے اس نے احتراز نہیں کیا۔ بلکہ جا چوڑتے

بنکل گیا اور پھر پانچ منٹ بعد وہ ھلاتے کھاتے سو گیا تھا!

— ملائکن کو پہلے حیرت ہوئی پھر تاؤ آیا۔ خالص زمان

اندازیں کہنے لگی۔

کہا جاتا ہے۔
”پھر تو ٹھیک ہی ہوگی۔ سلام علیکم۔“
(لاندنہ صحبت باقی)

قرآن مترجم شیخ الحند نو تفسیر نیکن جامع اور عالم ائمۃ تفسیر
کا یہ ترسر آن کسی تعارف نہیں دینا بھر میں اس کی
الفردی حیثیت سلم ہے۔ سعید کاظمی اللادعہ یا استاذی
ایڈیشن۔ محمد بنیں روپے

دیجی قرآن حامل کی نکل میں۔ محمد تیرہ روپے
ستی حضرت عمران رضی اللطفہ ثالث حضرت عثمان
حالات پر ارد کی پہلی سیوط کتاب نفیں اور حلقہ نامہ —
دو حصتوں میں بکسل۔ قیمت دس روپے۔

تاریخ اسلام کے جیروں انجیز ملحات خاص ص
تاریخی حالات پر ایک دلچسپ کتاب۔ تین روپے۔

حضرت معاویہ رضی اللطفہ سوارخ پر ایک علمی و تحقیقی کتاب
جس کا مطالعہ آپ کو قابل اطمینان تاریخ تک پہنچائے گا۔
قیمت ڈالٹھر روپے۔

عبقات اخلاقی موضوعات اور علم تصور پر شاہ
امیں عمل شہید (میشہور کتاب۔ ترجمہ مولانا
مناظر احسان گیلانی۔ ساٹھ سے دس روپے۔

عورت اور اسلام (داز مخفی احمد علی سعید) جس میں نکاح و
طلاق کے مسائل پر تفصیل و مباحثت
کے ساتھ بیان کرتے ہوئے عورت کے جملہ حقوق کو بھی پیش
کر دیا ہے۔ شرمند اور مفید کتاب۔ دو روپے ۷۲ میں۔

فضائل علم و علماء امام ابن تیمیہ کے لائق شاگرد ابن قیم
کی تحقیقانہ کتاب۔ پچھے دو روپے

مکتبہ تخلیٰ دیوبنست دیوبنی

حیثیت حاصل ہوگی۔ اس میں اسلامی اجتہاد کے ماہر علماء مع
لیکے ایسی خود میں کے قیام اگر میں گے جو نہایت محنت کے ساتھ
بنتا رہا کرے گی کہ اسلامی ہائی طوکے موسن ایکٹروں (ایکٹروں
کے مشافل کا کوئی حتمہ خدا خواستہ غیر اسلامی تو نہیں ہے اور
اگر ہے تو اجتہاد کی کوشی تھوڑی اسے اسلامی بنانے میں مدد
دے سکتی ہے۔

پھر اس الٹیڈنی میں زیادہ ٹیکے پہنچنے پر ایسی ہی علماء
کا نظر نہ متعقد ہو گی جیسی ابھی جامع ازہر میں ہو جکی ہے۔
ہم نے افواہ سننے والے ہماجے عرض کیا اگر میں سلم
مولانا محمد طیب صاحب اور مولانا محدث افتخاری صاحب
تو اس کا نظر نہیں نہیں جاسکیں گے یہ لوگ۔ الحمد للہ ایسا حقیقتی
میں سے ہے۔

وہ سکا اگر یہنے لگے۔
”تفویہ کس چڑیا کا ہا ہے لا صاحب۔ اجتہاد اور ریح
کا جو غلطہ آج اسلامی مذاکر میں پر پا ہے اس کا یہی مقصد تو
ہے کہ تفویہ کی جگہ اب سائنس کو ملنی چاہئے۔ سائنسی نقطہ
نظر سے آپ نہیں کہہ سکتے کہ اسلامی ہائی ڈاکٹر کی سیر علماء کیسلے
قابل اعزاز میں ہو سکتے ہے۔“

”کمال ہے۔ یہی نقطہ ہوئی۔“
”بڑی اچھی منطق ہوئی۔“ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ چون خیز
علماء کل ذقیقہ الاست و اوصیہ اللذت بنی داہلہ میں وہ
کھانے کے سانے کے ٹھیک انہی خطوط پر چلتے رہیں گے جو
آج یعنی علماء مکتبہ جا رہے ہیں۔ بچکے ہیں آپ الگ
ایسا بھتھتے ہیں۔ تیل دیکھتے تیل کی دھار دیکھتے۔“
”اب بھی نہیں سمجھیں آیا۔“ ہم نے ٹھوڑی ہملاستہ ہے۔

”مذہب اسی ہے سمجھنے کی۔ فقط اتنا سمجھو لیجئے
— جمال عبد الناصر حجی الہیں ہیں۔ اسلام کے نجاست دینہیں
ملت مسلم کی عظمتی کے نشان ہیں۔ جاہد ہیں۔ فخر فخر ہیں
پیر آپ کی ذاتی رائے ہے؟“

”نہیں۔ یہاں علماء کی رائے ہے بھیں۔ ایں تقوے

دریجف

پیش کرنے والا نیکنام ادارہ

اب آپ کے لئے عطر پیش کرتا ہے

خوشبو دنیا کی محبوب ترین جیزروں میں سے ایک ہے، اور مسنون بھی ہے۔ دریجف پریس پر اور لطیف خوشبو پر کرنے والے سینٹ نہیں عطر پس کرتے ہیں، آپ بھی عطر ہی لیں۔

روح چمن

نہایت دل نواز اور پر کیف خوشبو۔ دل و دماغ کو سر در توکین کا احتماس دینے والی۔ کافی تیز اور دیر پا۔ ڈیٹری ھماشہ کا پیکنک ڈیٹری ھارڈ روپیہ
سمانش رہ تین روپے۔
بماش رہ سالٹھے پاچ روپے۔
محصولہ لاک ڈیڑھ روپے

عطر گلزار

اس کی خوشبو "روح چمن" سے کچھ بلکی ہے۔ بعض طبعات
بلکی اور بھی خوشبو پسند کری ہیں۔ ان کے لئے
خاص تخفہ۔ ڈیٹری ھماشہ سو اور پیہ
سمانش ڈھائی روپیہ
بماش سالٹھے چار روپیہ

عطر اگر آپ سر مر دریجف کے ساتھ منگائیں گے تو اسی محصول میں
دونوں چیزیں حوال کریں گے جیسیں تھا عطر پا تھا سرمد حاصل کرتے۔

دریجف کی قیمت

ایک تو نیچے پانچ روپے
بماش تین روپے
سمانش ڈیٹری ھارڈ روپے

دار الفضل حامی

کیونزم کے خدوخال نمایاں کرنے والی کتابیں

اوپ میں ترقی پسندی

ترکی پندت عمر گیر کا بے لالگ ادارجی اور نظریاتی
جاواہر، گوپاں، بخش کے تلمذ ہے۔ اپنے خود پر سطح جام
تاتاً، جس کا ازرجیک کو غریب نہ باز میں ہوا۔ اسی خات
قامت ایک دریپ۔ اگر کوئی ایڈیشن دو دیے۔

سوناکی بار

نیک اور بہی کی اولیٰ کامیابی کی خلاف الفروض مانتا
مجید و صدیق کا ایک طبقہ نہ ادا۔ بعد اس اور کامیابی کا
خاتمہ گو پالا۔ حقیقت دوڑ دپے۔ ۵۔ ھی۔

۲۷

انقلاب روس کے باوجود ایڈن کی تند
رسوی سوچی خیری، اینس سے ترقی بڑھ کر کے دلائل اعلانی
اور قومی خوب کے لئے سے۔ مترجم گوپال شری ۲۰۰۶ء صفحات
تقریباً ایک روپیہ۔

علمی سیاست میں جمہوریت

بین الاقوامی یا ساتھی گروہوں کے کردار اور
جمہوری اصولوں کی درفراں کے اکاٹات کا ریاست
تھا۔ موجودہ علمی سیاست کے پیشگوئی میں اس کو
بچ کر کیا اس کتاب کا سلطان عجیب ضروری ہے۔

انگلیسی

چارچ آرول کاٹھن ناول جس میں تباہیا ہے
کی اگر نظم حیر کر دو کہا جائے تو کامیل کر کے کہا جسیکہ جو طبے
گا ۱۹۸۲ء میں دنیا کا فونڈ پورٹکل ہے یہ اس کی
بیانات تصویر ہے۔ سڑک سید کامل والی قرست
دو روپے ۵۰ پیسے۔

کیوں میری بیان لائے کے جرک نہیں۔ اس کے بعد انھوں

اس بدهانی فربلا کا ذریعہ ہے جس سے ان کے این
مختصر مجموع پال تسلیم صفات

آزادی کی طرف

ایک ستارہ وی افسو کی پڑا ات شنکوں کی اکٹھ
جگڑا پہنچی۔ یہ سکنِ قبیلِ اکٹھاں الجھرے ہے اتنی سی
ول جپ گوئے، ایک بارش روپا کے اسے ختم کیے
بیزراپ اتحاد سے خوش رکھیں گے۔ ترجمہ سید ندیث اور
۲۰۰ صفحات۔ کمپنی تینیں اور پی۔

ست که

ایک ایسے کاک گی لڑہ خیر کیاں جو آرٹش اور
انقلابوں کے انہیں پر اور جنگ بنتے تھے جنم ہیں۔ یا
رسویں کے ایک انقلاب، جنماں کی رواداں سیر کی جس نے
اپنی بچے ٹھاکی کے بارہ دعوت کی سزا بیان۔ اور اقبالی
جنم کے بعد۔ مژہم گو پال تسل۔ ۲۴۹ صفحات، قیمت

اور مانگی ہمارا

و صصوم دلوں کی کہانی جو سیاست کی تریانگ
پڑھینے پڑتے ہیں اسکے متعلق کئی جیسی فتوایوں
اور بہتر نہیں کی جو صوانہ آنند دلوں کو کیونسا تحریک ازوف
کے تنصیبات کا سیل ادا کھپٹس ناک یا کسی کی طوفانی
لہریں پہنچائے گیں مترجم جیسیں خابدی ۲۰۰۰ء ضمانت۔

آزادی کا ادب

ہندوستان اور پاکستان کے تینی پریشان شاعروں اور فاضلگاہی اور ناقصوں کی تجربہ تحریریں جو جنگ بھیگیاں جائیں، قیامت تینوں رہیں۔

عثمان بطور

چین کے حمام علیاں بھلو اور ان کے ساتھیوں کی
وہ رنگریزگری کشت جن کے پہنچانہ دکارتے ہوں۔ نے
اسلام کے دروازے کے چاند و دل کی یاد آئندگی، ان
چاند و دل کی سرگردانی مخوب نے اپنے مدھیہ و معاشرے
کو احادیث کاظمینا اور سرچانہ کے لیے اپنے خون کا آخری
قطروں کی بہادراست میراثاً بداحمد ولی ۲۰۳ صفحات،
تیجتت ایک روپیہ ۵ پیسے۔

آج کا پین

مشیوں کے دستافی مالک اور اگر اسیں جو پڑھ کر مزید
روشنی ملے تو اسی کے ساتھ لے کر بیراصل تحریر۔ مترجم
کا نام عزیز خواجہ فاروق طبلہ۔ ۲۰ صفحات تکمیلی ایک دوسرے

گزشت امام

چین کے شہر امام کا وادی بانی کی آپ پرستی۔
جو اسلام کی خدمت کرنے کا تکمیر سے چین گئے اور خدمت
دین کا وادی میں کیروں نہال کام سما کی۔ مترجم
محسن صاحب مدیر روزنامہ دعوت، دہلی، ۲۰۱۰ء
قیمت ۵ روپے۔

چین کے مسلمان

یہ معلومات افراد کی پچھی سیکھی میں نوں کے تابعی
حالت اور ان کی موجودہ حالت پر دوسری ڈالتا ہے۔
یہیں انکو مولانا محمد علیان فاروقی، جو صفات تجربت
کرنے پر مدد کرتے ہیں۔

دوڑا

ذیا کے چھ شہروں کی آپ بیٹیاں۔ ان آپ بیٹوں میں انہوں نے ان انساں پر روشنی ڈالی ہے جو

در بحث کی تینوں قیاز مجموعیت کا راستہ جی تو ہے
کہ وہ اسکوں کا ستریں دوست ثابت ہوا ہے



DURR.E.NAJAF



در بحث کو دکامن مکمل بنائیے کیونکہ یہ ایک تول پانچ روپے نصف توں میں کلیں
دارالعین رحمانی دیوبندیون
نگاہ کو آخر عصر تک قائم رکھتا ہے۔

ARULFAIZ RAHMANI DEOBAND.U.P.

مفہوم القرآن

منظوم

کیف بھوپالی

میر سے طلب فرمائی
3-

معراج پیکنیشن شیخ سلیمان گیٹ بنارس

..... کیف صاحب بھوپالی نے اور انہیم میں مفہوم القرآن کے عنوان سے اپنی محنت کا سرماہہ پیش کیا ہے اور میں نے اس کو مختلف مقامات سے پڑھوا کر سنائے شاعر نے پوری استنباطیت سے کام لیا ہے اور توجہ کے صدد میں سرمه مجاہد کی جو اتنی نیس کی ہے، باقی جس طبق شزاد تغیرت کی اور ایگلی میں اختلاف الفاظ کے استعمال کی تجھیش پیدا ہوتی ہے اس سے یاد ہے وقت اشارہ میں جو تین پڑھیں اصلیات کا پہلو برجگد نہیاں ہے مفہوم القرآن کو سکر مجھے بڑی خوشی ہرلئ اثر کرے یہ اشارہ امت کی زبان پر جاری ہو جائے۔

..... اشارہ میں قدر آن پاک کا لفظ بـ لفظ ترجیح کرنا ممکن ہی نہیں بلکہ مستند تجویں کو سامنے رکھ کر کیف صاحب نے جو مفہوم ادا کی ہے وہ پڑی حد تک کام زبان کی ترجیحی کرتا ہے۔ قدر آنی مفہوم میں کی جس سلامت اور روانی سے انہوں نے زبانی کی ہے اس پر وہ بارک ہاد کے سبق ہیں۔ اثر قانی ان کی اس کوشش کو کامیاب فرمائے

حضرت مولانا حافظ
محمد عزیز خان صاحب ندوی
متخصص مجاہد مصطفیٰ

..... میں نے کیف صاحب کی تغیرت متفہود جگہ سے دیکھی، ہر اردو زبان کے اشارہ میں نہایت نفاذت کیسا تھا سلیمان زبان میں لمحی گئی ہے

حضرت مولانا مفتی الحاج حافظ محمد عبید الدین شاھ صاحب بھوپال

حضرت مولانا سید خضری مجس الخصوصی
جنتہ محمد پرنسپل جواہری عربی کالج بناک
۲۵ جولائی ۱۹۷۴ء

..... میں نے اس مضمون سمی کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا اور پارہ عم کے بعض مقامات
کو تجویر پڑھا۔ لاریب کہ جتاب کیف نے شعری حدد و کو باقی رکھتے ہوتے اس ترجیح کو اس
امکان طبیعی حرم بنانے کی کوشش کی ہے۔ متن قرآن مجید کے ساتھ ہی ایک حالم
جیل کا منتشر ہر جمہ اور اسی کے بالمقابل کیف صاحب کا مظہوم ترجیح اہل اسلام کے
جلدیقات کو بعد خود مدد و عوت فخر نظریت ہے۔ یہ بیری و حاصل ہے کہ رہاب اسلام میں اسے
شرط قبولیت حاصل ہے۔“

حضرت مولانا سید محمد طاہر صاحب
پرنسپل ایام زیر کالج بناک
۲۵ جولائی ۱۹۷۴ء

”عربی زبان کا ترجیح اور وہ میں کرنا اور اعلیٰ بخوبی قرآن مجید کا اور وہ میں ترجیح کرنے تک زیادہ
ہے۔ کیونکہ انطاواد و صافی کے مقابلے سے ایک امن بہت ہی وسیع اور دوسرا اس کے مقابلہ
میں بالکل جی تھی و اسی ہے بخوبی تو کسی طرح ادا ہو سکتا ہے، مگر ترجیح کا حق کسی بھی
صورت سے ادا نہیں ہو سکتا۔ مگر اس تدوین ہمایت میں وہ حضرات کے جو عربی سے بالکل ناولد
ہیں، ان کو قرآن مجید کے صافی و مطابق درحقائق و معارف سے رہنمایاں کرنا بھی ضروری
ہے اور اسی بُرستی ہری مزدورت کو انگریز کو اس کے صاحب اپنی علم و دشیں نے عربی زبان سے
ناؤاقف شخصیں کی واقعیت کے لئے کاموں میں اور اپنے قیمتی وقت کا کافی حصہ مرف کر کے
ترجیح کے ناگزیر قرآن مجید کے بیش بہا تعالیمات سے ہر فرد مسلم فضیلاب ہو سکے جو نکتہ کے مقابلہ میں
نکلم کو اس پر فوکس ہاں ہے کہ وہ انسان جبار کر زیادہ مرغوب و مہمیہ ہے اور وہ انسان
سے مدد فراہم نہیں ہوتی بلکہ حرص تک انسان یاد رکھ سکتا ہے اسی امر کو ملود نہ کہتے ہوتے
جبکہ کیف نے کلام اپاک کا ترجیح علم بیش پیش کرنا کی کوشش کی ہے جو عین ایمان تحریکیں قابل
سماں کا ہے۔“

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع الشرک کا نام سے جو براہمیان نہایت رحم والا،

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

الرَّحْمَنُ

الرَّحِيمُ ۝

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ۝

شب تعریف الشکوبے بوسنگھٹونجھ بھائی کا

بہت هربان،

نہایت رحم والا

مالک الناف کے دن کا

ن پرستہ اطہار مادھے

بندوں کی رہائی رہائی کو

اس دفعے کا کمرہ،

تمجی کو بندگی کھوں اور تمجی سے مدچاہیں

چلا جنم کو راه سیدھی۔

راہ ان کی جن پر تو نے فضل کیا۔

ذوہ جن پر غصہ ہوا

اور نہ بھکنے والے

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينَ ۝

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ

وَكَالظَّالِمِينَ ۝

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بزرگی ہے اُسی آفایے عالیٰ جاہ کو زیرِ بسا
پر ابر ساری خلافات کا ہے پانے والا
سدار حمت نشاں، رحمت نشاں، رحمت نشاں ہے وہ
حکمی کا مشورہ ہو گا، نہ کوئی دریں اس کا

سمی خوبی سمجھی تعریف ہے اللہ کو زیرِ بسا
وہ ہے سارے جہاںوں کا خداۓ برتر و بالا
بہت ہی صبراں ہے وہ، اپڑا ہی صبراں ہے وہ
وہی روزِ قیامت کا ایک دلائل سکران ہو گا

تجھی کو پونچنے ہیں جس تجھی سے نولگاتے ہیں
تجھے آتی ہے اپنے آرزو مندوں کی دل داری
جنھیں تو نے نوازا ہے انھیں کی راہ پر لے چل
تری پٹکار ہے جن پر، تری دھنکار ہے جن پر
ملح کی طرح چکے، چک کر رہ گئے ہیں جو

خداوند اترے آگے ہم اپنا سر جھکاتے ہیں
خداوند اتجھی سے چاہتے ہیں ہم مددگاری
دکھادے ہم کو سیدھی راہ، سیدھی راہ پر لے چل
ذائق کی راہ پر لے چل خدائی مارے جن پر
ذائق کی راہ پر لے چل بھلک کر رہ گئے ہیں جو

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
شَرْعُ اللَّهِ كَنَامَتْ، بِوْبِرَاهِمَانْ نَهَايَتْ رَحْمَمْ دَالْ

فَبَنِيَتْ كَانَدِيرِ إِلَيْهِ كَانَنْ أَوْسِ مِنْ سَجَنْ بَرْ تَارِكِيَانْ خَالِبِرِدْ بَاهِنْ كَانَ كَادْ تَكَدْسِيَيْرِيَانْ مَكْرَمِيَتْ بَعْنِي جَادِرِكَفَدْ لَنْتْ أَكْ اَكْ لَكْ جَاتِيَيْهِ.	تُوكِهِ، بَنِيَتْ كَانَيْصِحْ كَرِبِ كِي. هَرِزِيزِيَيْ بَرِيَيْ سَبِيْ بَسِيْ أَوْ بَرِيَيْ سَيْ إِنْ سِيرِيَيْ كَيْ حَبِ سِكَتْ آوْسِيْ بَرِيَيْ سَعَرَوْنِيَيْ كَيْ جَوِيْ جَهَرِيَيْ بَسِيْ أَوْ بَرِيَيْ سَبِيْ بَرِيْجِيَيْ وَلِيَيْ كَيْ حَبِ لَكِيْ هَرِزِيزِيْ	قَلْ أَعْوَذِ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّهِمَا حَاقَ ۝ وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَ ۝ وَ مِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعَقَدِ ۝ وَ مِنْ شَرِّ حَكَسِيلٍ إِذَا حَسَدَ ۝
----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شَرْعُ اللَّهِ كَنَامَتْ، بِوْبِرَاهِمَانْ نَهَايَتْ رَحْمَمْ دَالْ

فَشِيلَانْ كَنَاهِ بِسِنَكَهِ أَوْ أَتَآپْ نَظَرَهِ آكَهِ ثَدِيدِيَهِيْ فَرِيَاَهِ، آن سَوَتُونْ كَبِيرِ كُوئِيْ دَهَا نِسِيْ بَنَادِكِ.	تُوكِهِ، بَنِيَتْ كَانَيْصِحْ كَرِبِ كِي لَوْكُونْ كَبِادِ شَاهِهِ كِي لَوْكُونْ كَبِيْرِ بَيِّهِ كِي بَرِيَيْ سَبِيْ بَرِيْجِيَيْ وَلِيَيْ (أَوْ) حَصِبِ جَاوِيَيْ دَهَا	قَلْ أَعْوَذِ بِرَبِّ الْقَاسِ ۝ مَلِكِ الْقَاسِ ۝ الْلَّهُ الْقَاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسَادِسِ ۝ الْغَنَّاسِ ۝
	دَوْ جَخَالِ دَاتِاَهِيْ لَوْكُونْ كَيْ دَلِيْ بِنْوَلِيَيْ أَوْ رَأَوْ بَرِيَيْ بَسِيْ دَ	الَّذِي نَعَيْ يُوْسُفُ فِي صَدْرِ الْقَاسِ ۝ مِنَ الْجَنَّةِ ۝ وَ الْقَاسِ ۝

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وہی ہر ہفت دم پرنا خدا نے موج و طوفان ہے
وہی تو نسلتوں سے صبح پیدا کر دکتا ہے
زمانے سے شب تاریک کی دھشت مٹاتا ہے
بچائے گا وہ بمحروم اپنی خلوقات کے شر سے
اندھیری راست کے شکر ابھیاں اسکے شر سے
بچائے گا وہ بمحروم کو عورتوں کے نزد نتھر سے
فسوں سازوں کے جادو سے فسوں کا رد کرنے سے
وہی بمحروم اپنے والوں کی شرارت کے بچائے گا
حد سے جلنے والوں کی عادات سے بچائے گا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وہی ہر ہفت دم پرنا خدا نے موج و طوفان ہے
وہی تو آدمی کا ہے خدا نے بر تو بالا
ہوا میں پھیرے والا، بلایں مٹاتے والا
حقیقت میں اُسی کی بادشاہی بادشاہی ہے
آسی کا داد اُسی کا آستانہ کام آتا ہے
آسی مولا کے آگے سر جکانا کام آتا ہے
وہی بمحروم کو بچائے گا ہر ایک شیطان کے شر سے
دو فرشتہ پور کیسے پور حیلہ پور سے
جو انسان کو بہکتا ہے، بہکتا ہے چھپکے سے
گرفتار بلاؤ کر کے کھسک جاتا ہے چھپکے سے
وہ انسان میں درستگری ای ذال دستا ہے
وہی شیطان ہے جو بھی بھی کے بھیں میں آتے
جنزوں کے بھیں میں، یا آدمی کے بھیں میں آتے

منظوم ترجمہ قرآن پاک کی سعی جیل

منظوم اقرآن

اُردو کے معرفت شاعر کیف بھولیں حدب
ترجمہ اقرآن پاک کو نظم کر رہے ہیں
متعدد پاکوں کا ترجمہ ہو چکا ہے

-
- * بیک دلت کی خوبیاں
 - * عربی متن
 - * ترجمہ شاہ عبدالقادر
 - * تفسیر مرضیح امتن
 - * دلنشیں اشعار
-

لی اکال ادارہ کی جانبے

پارہ ۵

زیرِ طبع سے آرائستہ
کیا جا رہا ہے

* ایک صفوپ - عربی متن، شاہ عبدالقادر حسین کا ترجمہ اور مرضیح امتن

* مقابل کے صفوپ اشعار

- | | |
|----------------------|---|
| کاظم محمد گلزار | ۰ |
| ساز ۱۹۷۶ء (حسب نویز) | ۰ |
| کتابت میباری | ۰ |
| جماعت ذوق اوت سیٹ | ۰ |
| حسین اور لکھن سوسن | ۰ |

شایع کردہ: معراج پبلیکیشنز؛ مشیخ سلیمان گیٹ - بناres